تجزیہ اعتراضات پادریان

بر

(اسلام)

پروفیسر غلام نبی مسلم (ایم اے)

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

سید سنز پرنٹرز ۴۰، اردو بازار لاہور

تجزیہ اعتراضات پادریان

بر

(اسلام)

پروفیسر غلام نبی مسلم (ایم۔اے)

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجزیہ اعتراضات پادریان

بر

(اسلام)

(اسلام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر)

"مسیحیوں کے سوالات و اعتراضات" کا تجزیہ و حقیقت

اس ملک میں قیام پاکستان کے بعد اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسائی پادریوں کی طرف سے اعتراضات شائع کرکے مسلمانوں کو بھیجے جارہے ہیں اسلامی مشن ان اعتراضات کی حقیقت کو بارہا بیان کرچکا ہے اور ان پادریوں کو ارسال کرچکا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ پادری نہ مہذب و سنجیدہ ہیں، نہ ان کی تعلیم و تربیت شریفانہ ماحول میں ہوئی ہے اور نہ انہیں اس بات کی شرم ہے

کہ ان کے اکثر اعتراضات کی اُن کے مسلّمہ بزرگوں اور مذہبی کتابوں پر پڑتی ہے ان کا مقصد تحقیق حق نہیں بلکہ سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور اس اسلامی ملک میں فتنہ کی آگ کو بھڑکا کر مسلمانوں اور مسیحیوں کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا ہے اور ملک میں انتشار و فساد کو ہوا دے کر پاکستان سے یہود اور دوسرے دشمنوں کے ہاتھوں کو مضبوط کرنا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے دل میں حضرت مسیحؑ، حضرت مریمؑ، حضرت مسیحؑ کے حواریوں، بنی اسرائیل کے نبیوں اور انجیل کے علاوہ دیگر اسرائیلی الہامی تعلیمات کا کامل احترام موجود ہے۔ اعتراضات کے اس فتنے کو سیالکوٹ سے پادری برکت۔ اے خان اور کراچی سے بعض پادری ہوا دے رہے ہیں۔ اس سال عید میلاد النبی کے موقع پر لاہور میں چند مخلص مسیحی نوجوانوں نے جلوس نکالا تھا اور ہم نے اس ملک کے مسلمانوں اور مسیحیوں کے تعلقات کے لئے اسے نیک فال سمجھا تھا اور اب بھی اس کے مداح ہیں کیوں کہ ان مسیحی نوجوانوں نے بھی مسلمانوں کے ان اعلیٰ جذبات کی قدر کی جو وہ مسیحی بزرگوں سے متعلق رکھتے ہیں۔ ان مسیحی نوجوانوں کے برعکس بعض پادری اپنے مذموم مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہیں اور اسلام اور آنحضرتؐ کے خلاف اعتراضات کر رہے ہیں۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کے مختصر جوابات ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں تاکہ مسلمان اور مسیحی دوست حقیقت کو جان سکیں ان کے تعلقات بہتر ہوں اور ان پر ان چند پادریوں کی جہالت یا شرارت آشکار ہو جن کا کام ہی اسلام پر اعتراض کرنا ہے۔ اپنے مؤقف کی تائید میں ہم نے حسب ضرورت پادریوں کے عقیدے کی تائید میں "مقدس بائبل" کے حوالے بھی نقل کئے ہیں تاکہ یہ بتایا

جائے کہ اسلام دشمنی میں یہ پادری اپنی تعلیمات کو سامنے نہیں رکھتے اور اس طرح اپنی تعلیمات کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔

پس اگر مسیحی بھائی بائبل کے حوالوں سے تلخی محسوس کریں تو اس کی تصدیق کتاب مقدس سے کریں، اور اس کے پیش کرنے کا ذمہ داران فتنہ پرور پادریوں کو ٹھہرائیں۔ شاید دونوں مذہبوں کی تعلیمات کا مقابلہ کرنے سے ایک دوسرے کو سمجھنے کا بہتر موقع ملے اور ملک میں بہتر فضا پیدا ہو۔ آمین۔

قرآن تاریخ نہیں کلام الٰہی ہے

یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق قرآن حکیم خالصتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو جبریلؑ کے ذریعے آنحضرتؐ پر نازل ہوا۔ اس مقدس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ملتی ہیں۔ تاکہ انسان اپنے خالق و مالک کو پہچان کر اس کے فضل و رحم کو جان سکے اور اس طرح اس کی حمد و ثناء اور عبادت کا حق ادا کر سکے، پھر قرآن میں پہلی قوموں اور انبیاء کا ذکر ہے تاکہ انسان دعوت حق کے اس مسلسل آسمانی نظام کو جانے، انبیاء کی تعلیمات سے واقف ہو ان نعمتوں کا وارث ہو جو ان نبیوں کے مومنوں کو حاصل ہوئیں اور اس ذلت و عذاب سے محفوظ رہے جو نبیوں کے مخالفوں کو نصیب ہوا۔ اس قرآن میں اوامر و نواہی ہیں۔ یعنی ان کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو انسان کی دنیوی و اخروی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ضروری اور لابد ہیں اور ان باتوں سے منع کیا گیا ہے جو انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے نقصان دِہ اور ضرر رساں

ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم میں اخلاق حسنہ مثلاً صداقت، امانت، انصاف، استقامت، صبر، دیانت، شرم، عفت، حیا، ایثار، صرفِ مال، حسنِ سلوک والدین کی خدمت، عزیز و اقارب اور بنی نوع بشر سے محبت و مروت، غرباء، مساکین، یتامیٰ، مسافروں، بیوگان وغیرہ کی دستگیری وغیرہ اعمال حسنہ کی تعلیم دی گئی ہے اور اس حقیقت کو وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ انسان جو اچھے یا بُرے کام کرے گا نہ صرف دنیا میں بلکہ مرنے کے بعد قیامت کے روز بھی اُس کی جزا و سزا پائے گا۔ یعنی قرآن حکیم کی تعلیمات پر چلنے والا جنت میں جائے گا اور اس کے برعکس چلنے والا دوزخ میں جائے گا۔

قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ اللہ تعالےٰ نے جبریلؑ کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا آنحضرتؐ اسے لکھوا کر ایک طرف تو ایک صندوق میں رکھوا دیتے تھے۔ جو مسجد نبویؐ میں رکھا ہوتا تھا اور جہاں سے مسلمان آکر نقل کر لیا کرتے تھے دوسرے آپؐ مسلمانوں کو حفظ کروا دیتے تھے۔ آپؐ خود بھی حافظ قرآن تھے اور سینکڑوں مسلمانوں کو بھی قرآن زبانی یاد تھا۔ اس کے علاوہ ہر صلوٰۃ میں قرآن کی قرأت ہوتی تھی جسے آنحضرتؐ کے پیچھے مقتدی زبانی یاد کر لیتے تھے۔ ان کے علاوہ مسجد نبوی میں ایسے مومن موجود تھے جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد نبوی میں رہتے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے اور اسے حفظ کر لیتے یہ اصحابِ صفّہ کہلاتے تھے۔ گویا کہ حفاظتِ قرآن کا کئی طریق سے اعلےٰ انتظام تھا۔

آنحضرتؐ نے قرآن حکیم کی جو تشریح فرمائی یا روزمرہ کی زندگی میں جو

عمل کیا، مثلاً آپ کا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا، گفتگو کا انداز، مخالفوں سے طرزِ عمل، جنگ کا طریق مشاورت، خورد ونوش، بڑوں کا احترام، بچوں سے شفقت اور دیگر اعمالِ زندگی، ان سب کی اساس تو قرآنی تعلیمات پر تھی تاہم ان کی تفصیل کتب حدیث یا پھر تاریخ میں ملتی ہے اور ان کو مسلمان اس شرط کے ساتھ مانتے ہیں کہ وہ قرآن کے مطابق ہوں کیوں کہ آنحضرتؐ کا ہر قول، فعل، پسند اور ناپسند قرآن کے مطابق تھا۔ اس پر یا تو مسلمان عمل کر کے محفوظ کر لیتے تھے یا لکھ لیتے تھے، مثلاً صلواۃ (نماز) صیام (روزے) حج، زکوٰۃ وغیرہ بکثرت عمل میں رہتے تھے اور ان کا بھولنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ وغیرہ نے متعدد احادیث لکھ رکھی تھیں۔

آنحضرتؐ کی اس قسم کی تعلیمات، اعمال، اقوال، معجزات اور نشانات مسلمانوں نے جمع کئے ایسی کتابیں کتب احادیث یا سنن کہلاتی ہیں ان احادیث کے جمع کرنے میں بڑی احتیاط برتی گئی اور جو عام قسم کی تاریخی روایات تھیں انہیں مؤرخین نے جمع کیا۔ اس لئے جن باتوں کا واسطہ آنحضرتؐ کے اقوال، اعمال اور ذاتی زندگی سے ہے وہ قرآن میں نہیں۔ احادیث میں ہیں۔

قرآن کے برعکس پہلی کتب مقدسہ مثلاً عہد نامہ عتیق (توریت) اور عہد نامہ جدید (انجیل) بعد کے لوگوں نے ادھر اُدھر سے سن سنا کر تحریر کیں۔ اس لئے ان میں انبیاء کی تعلیم، ان کی زندگی کے حالات اور ان کے زمانے کے واقعات بھی یکجا کر دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں میں اچھی بڑی،

صحیح اور غلط، موافق و مخالف سب قسم کی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ چاروں انجیلوں کی روایات ایک دوسری سے مختلف ہیں مثلاً مسیحؑ تو ایک ہی تھے، مگر چاروں انجیلوں میں ان کے متعلق ایسی روایات ملتی ہیں جو ایک دوسری کے مخالف ہیں۔ جو سب تو درست نہیں ہو سکیں۔ ایک درست ہوگی۔ اور باقی غلط ہوں گی۔

ان تصریحات کے بعد ہم اسلام دشمن پادریوں کے ہر ایک اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم۔

سوال۔۱ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ وجہ تخلیق کائنات ہیں؟

جواب۔ یہ سوال شرارت یا جہالت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کا یقین ہے کہ آنحضرتؐ وجہ تخلیق کائنات ہیں لیکن آج تک کسی عالم نے اس کو ایمانیات کے طور پر پیش نہیں کیا اور نہ ہی دوسروں کے سامنے اسلام پیش کرتے وقت اس کا ذکر ضروری سمجھا جاتا ہے مسلمان ہونے کے لئے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا اقرار کافی سمجھا جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ قرآن حکیم کی رو سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل، خیر البشر اور لولاک لما خلقت الافلاک کے مصداق ہیں یہ سب کو معلوم ہے کہ انسان سخر لکم مافی السماوات والارض (زمین و آسمانوں میں ہر شے کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے) کی رو سے اجمالی طور پر وجہ تخلیق کائنات ہے، اس نوع بشر میں بلند ترین مقام نبیوں کو بخشا گیا، پھر ان نبیوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی اور قرآن تو درکنار، دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے۔ کوئی نبی یا بڑے سے بڑا انسان زندگی کے کسی میدان میں آنحضرتؐ کا ہم پایہ نہیں ملے گا۔

۱۔ قرآن پاک کے مطابق آنحضرتؐ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کی رو سے تمام نوع انسانی کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے جبکہ اسرائیلی نبی بشمول حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ محض چند لاکھ اسرائیلیوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔

۲۔ آنحضرتؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنا مشن پورا کر کے عرب میں توحید

پھیلا کر اللہ کی بادشاہت قائم کی مگر موسیٰؑ اپنی احسان فراموش اور گستاخ قوم کو سینا کے بیابان میں چالیس دن تک بھٹکنے کے لئے چھوڑ کر ناکام لوٹے اور حضرت مسیحؑ کی ناکامی تو الم نشرح ہے۔ یہود نے پھانسی دینے کے لئے پکڑ لیا، بارہ چہیتے شاگردوں میں سے ایک نے گرفتار کروا دیا، دس بھاگ گئے اور سب سے بڑے شاگرد نے ایک ہی رات میں تین بار لعنت کے ساتھ انکار کیا۔

۳۔ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں وحی الٰہی کو کامل طور پر الناس لوں تک پہنچایا اور اسے زمین پر کما حقہٗ نافذ کیا۔ مگر موسیٰؑ کی شریعت میں بہت سی خرابیوں کو مسیحؑ نے دور کیا اور موسیٰؑ کی شریعت میں ردو بدل کیا حتیٰ کہ ان کے خود ساختہ رسول پالوس نے شریعت کو لعنتی امر قرار دے کر کفارے کی آڑ میں ہر بدی کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔ اس کے علاوہ حضرت مسیحؑ نے جانے سے پہلے کہا کہ مجھے تمہیں بہت سی باتیں کہنا تھیں مگر اب وہ روح حق آئے گا اور تمام باتیں بتائے گا اور وہ تا ابد تمہارے ساتھ رہے گا۔ گویا کہ حضرت مسیحؑ اپنا مشن ادھورا چھوڑ گئے۔

۴۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنے ماننے والوں کے کردار کو بلند کیا، اور قتل و غارت، بدکاری، شراب نوشی، جوا بازی، بے انصافی، رنگ، نسل اور دولت کی بنا پر اونچ نیچ کے احساسات کو کچلا، غرضیکہ بگڑے ہوئے عربوں کو ملائکہ صفت بنا دیا مگر موسیٰؑ کی قوم نے کہیں تو راستے میں بت پرستی شروع کر دی، کہیں بدکاری میں مبتلا ہو گئے، اور کہیں موسیٰؑ کی نافرمانی

کر کے لڑائی ہی سے انکار کر دیا، اور انجیل کی رو سے (نعوذ باللہ) حضرت مسیحؑ کو خود شریعت کے خلاف پانی کو معجزے کے طور پر "شراب بنا کر پلایا"، "کھاؤ پیو اور شرابیوں کے یار" مشہور ہوئے۔ اور آج انجیلی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر مغرب کی اقوام زنا، شراب، امرد پرستی، کثرت طلاق وغیرہ بے ہودگیوں کا شاہکار بن چکی ہیں۔ اور انہیں حکومت کے آرچ بشپ آف کنٹربری اور دیگر کلیسائی رہنماؤں کی سرپرستی حاصل ہے۔

۵۔ قرآن حکیم نے آنحضرتؐ کو وَمَا اَرسلنٰکَ اِلا رحمۃ للعالمین کے الفاظ میں اقوام عالم کے لئے رحمت اور رؤف و رحیم قرار دیا ہے اور یہ مرتبہ قولاً اور فعلاً کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔

۶۔ قرآن میں آنحضرتؐ کو اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم (بلاشبہ تو اخلاق عالیہ کا پیکر ہے) کا عظیم مرتبہ عطا کر کے اولادِ آدم کے لئے اسوۂ حسنہ ٹھہرایا ہے، تا کہ جو لوگ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا چاہیں اور قیامت میں رحمت الٰہی کے متلاشی ہوں تو آپؐ کی پیروی سے اسے پا لیں،

۷۔ اسی قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لَقَدْ جَاءَکُمْ مِن اللّٰہ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِین کے الفاظ میں نور پکارا گیا ہے۔

۸۔ اسی کتاب ہدایت میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشیر، نذیر، داعیاً الی اللّٰہ (اللہ کی طرف بلانے والا) اور انتہائی روشن آفتاب اور ماہتاب بتایا گیا ہے۔

۹۔ قرآن ہی میں آنحضرتؐ کے معراج کا ذکر ہے اور اس مقام پر دوسرا کوئی انسان نہیں پہنچا۔

۱۰۔ قرآن ہی کی رُو سے یوم نبعث فی کل اُمة شهيداً عليهم من انفسهم وجئنا بك شهيداً على هٰؤلاء کی آیت کی رُو سے ہر امت پر اس کے نبی مہتم رسانی پر گواہ ہوں گے اور آنحضرتؐ سب قوموں پر گواہ ہوں گے۔

۱۱۔ پھر قرآن نے آپ کو خاتم الانبیاءؐ فرمایا ہے یعنی آپ کی نبوت، شریعت، اسوۂ حسنہ اور سنت کا دور تا قیامت رہے گا اور اس ضمن میں بھی آپ انسانوں بلکہ انبیاء میں منفرد اور بے نظیر ہیں اور اگر انسان مکرم اور احسن تقویم پر پیدا ہونے کا مصداق ہے تو آنحضرتؐ انسانیت کی معراج پر متمکن ہیں اور اگر آپؐ نہ ہوتے تو کائنات انسان کامل سے محروم رہتی اور تخلیق کائنات کے حقیقی مصداق کا وجود نہ ملتا پس آپؐ اپنے منصب مقصد، تکمیل، کامیابی اور سر بلندی کے لحاظ سے تمام انبیاء سے ممتاز ہیں اور مشہور روایت لولاک لما خلقت الافلاک کے حقیقی مصداق ہیں جس کی طرف مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا ہی حسین و لطیف اشارہ کیا ہے۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو ——

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

س ۲۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کو دوسرے نبیوں پر فضیلت حاصل ہے؟

ج۔ دوسرے نبیوں پر آنحضرتؐ کی قرآن کی رُو سے فضیلت اُوپر ثابت کر چکے

ہیں اور اگر انہی امور کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو فضیلت تسلیم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی ، ویسے قرآن کی آیت تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض سے نبیوں کی باہم دگر فضیلت اپنے کام کی اہمیت ، وسعت اور تکمیل کی رو سے واضح ہے۔ ارشاد الٰہی ہے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا (اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور (اے نبی) تم کو ان سب پر گواہ کے طور پر لائیں گے" (النساء) اور اس کے ساتھ یہ آیت بھی ملا کر پڑھیئے وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (ہم نے تجھے تمام نوع البشر کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ پھر جس خاتم الانبیاءؑ نے پہلے نبیوں کی فضیلت قائم کی، ان کی تعلیمات کو از سر نو زندہ کیا اور ان کی صداقت پر گواہی دی اس کی عظمت سے انکار کیوں ہے۔ آخر پادری حضرات آنحضرتؐ کی فضیلت کے کیوں منکر ہیں۔ آخر انسانوں میں کسی ایک انسان کا افضل ہونا کون سی خراب بات ہے اور اپنے فضائل، تعلیمات اور کارناموں کے پیش نظر آنحضرتؐ کی فضیلت تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے ؟

جب کہ آپؐ ہر پہلو سے اس پاکیزہ شعر کے مصداق ہیں:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

س ۳- قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے معراج کی شب انبیائے کرامؑ کی امامت کی تھی اور آپ سرور انبیاء ہیں۔

ج - سرور عربی زبان کا لفظ نہیں، ویسے جن بزرگوں نے آنحضرت صلعم کو سرور

یا سردار انبیاء لکھا ہے ان کی مراد دوسرے نبیوں پر آنحضرت ؐ کی فضیلت ہے سرداری نہیں امام کے معنے دوسروں کے لئے نمونہ یا افضلیت کے ہیں، قرآن حکیم میں آنحضرت ؐ کے معراج کا ذکر سورہ بنی اسرائیل اور سورہ النجم کے آغاز میں ہے دوسرے کسی نبی کے معراج کا ذکر نہیں پس معراج ہی سے دوسرے انبیاء پر آنحضرت ؐ کی امامت اور افضلیت عیاں ہے۔ صلوٰۃ میں امامت تو اس کا نتیجہ ہے۔ اس لئے امامت انبیاء تعجب کی بات نہیں۔

قرآن حکیم میں آنحضرت ؐ کے سفر معراج اور لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيَاتِهٖ (بنی اسرائیل) سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں آنحضرت ؐ کو اپنی عظمت و قدرت کی ایسی نشانیاں دکھائیں، جن میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا۔ ان آیات کی تفصیل آنحضرت ؐ نے واپسی پر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے سامنے بیان کیں، اور ان کی تفصیل کتب حدیث و تاریخ میں ملتی ہے کہ جب من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ کی رو سے آنحضرت ؐ بیت المقدس پہنچے تو وہاں تمام انبیاء جمع کئے گئے اور آنحضرت ؐ نے ان کی امامت کرائی اور یہ روایت اس کثرت سے ہے کہ اس کا انکار جہالت ہے، اور جو لوگ مکاشفہ یوحنا کے طول طویل اور توریت کی دوسری اس قسم کی روایات کو مانتے ہیں وہ معراج شریف کی اس روایت سے کیسے انکار کر سکتے ہیں؟

س۔۴۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ خود خدا کو آنحضرت ؐ پر ناز ہے؟

ج- قرآن نے آنحضرتؐ کا یہ بلند مقام بتایا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی کامل اتباع کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے گا چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ "اے نبی اعلان کر دے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا" (آل عمران) کیا یہ الفاظ ظاہر نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کا اس قدر پاس ہے کہ آپؐ کی پیروی انسان کو اللہ کا محبوب بنانے کی شرط ٹھہرا دی۔ پس جس نبی کی پیروی سے متعلق اللہ تعالیٰ خود کہے کہ اس کا پیرو شخص میرا محبوب بن جائے گا۔ ایسے نبی کا اللہ کے ہاں کتنا بڑا مقام ہے؟ کیا اللہ کا ایسے نبی پر ناز نظر نہیں آتا؟ پھر یہی نبی ہے جس کے متعلق قرآن کہے کہ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ کہ اس کا دین اسلام سب دینوں پر غالب آئے گا اور اس کے دین کو سب پر غالب کر کے ملک میں جاری کر دیا۔ پھر جس نبیؐ کو کہا کہ اللہ تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھے گا (وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ مائدہ) اور ۲۳ سال تک چمکتی ہوئی تلواروں کی موجودگی میں آپ کو نہ صرف بچایا بلکہ دشمنوں کو ختم کر دیا کیا وہ اللہ کو محبوب نہیں؟ دشمنوں نے مکہ سے ہجرت پر پھر جس نبی کو مجبور کیا تو اسے لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (تجھے وطن واپس لایا جائے گا) کی بشارت دی اور کامیاب و کامران وطن لوٹایا کیا وہ اللہ کو عزیز نہیں؟ آپؐ ہی سے متعلق قرآن میں حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا ہے کہ اے اللہ ہماری اولاد سے ایک نبی مبعوث فرما جو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور تزکیہ

نفس کر کے ایک امت مسلمہ تیار کرے (البقرہ) جس دعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو چنا (سورہ جمعہ) اور آپ نے ایک ایسی امت تیار کی جس کے ایمان، قربان برداری، تقویٰ، ایثار اور صالحیت کی مثال دنیا نے نہ پہلے کہیں دیکھی اور نہ آئندہ دیکھے گی۔ یہی امت تھی کہ جب نبی اکرمؐ کی قیادت میں مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئی تو نبی اکرمؐ نے جانی دشمنوں کو معاف کر دیا اور امت نے کسی مخالف سے کسی قسم کا انتقام نہ لیا۔ اور اسی امت کے خلیفہ دوئم عمر فاروق اعظمؓ جب فاتحانہ بیت المقدس میں اپنی فوج کے ساتھ داخل ہوئے تو نگاہیں نیچی تھیں اور کسی نے مفتوح عورتوں کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھا پھر آپ کی الہامی تعلیم کو مکمل کر کے آپ کو خاتم الانبیاءؑ ٹھہرایا (سورہ احزاب) اور رفعنالک ذکرک کے الفاظ میں آپؐ کے نام کو دنیا کے چپے چپے پر اشہدان محمد رسول اللہ کے الفاظ میں بلند کر دیا، کیا کسی دوسرے انسان کو بھی یہ شرف عطا ہوا ہے؟ اور کیا یہ عظمت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کے بغیر ممکن ہے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کے اسم گرامی کا پکارا جانا اس محبت کا اظہار نہیں جو باری تعالیٰ کو آپ سے ہے، کیا یہ ناز و محبت کا کامل مظاہرہ نہیں؟ نیز اللہ کا بندے پر ناز بندے کی عزت افزائی ہے جب شیطان نے کہا کہ میں انسانوں کو گمراہ کروں گا تو اللہ نے فرمایا کہ میرے مخلص صالح بندے ایسے ہیں جن پر تو غالب نہیں آسکے گا کیا یہ یقینی خاص بندوں پر ناز کا اظہار نہیں؟

اور آنحضرتؐ تو خالص الخاص نبی اللہ ہیں۔

یہ امر پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق سے بے نیاز اور یہ بات سے مستغنی ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات میں آج بھی کامل و بے نظیر ہے۔ ازل سے یوں ہی چلا آیا ہے اور تا ابد ایسا ہی رہے گا اور وہ انسانوں سے اپنے تعلق کے اظہار کے لئے انسانی اصطلاحات استعمال کرتا رہا ہے اللہ تعالیٰ کا محبوب، وغیرہ اصطلاحات انسان کی دلجوئی کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انسان کے قرب کو ظاہر کرتی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، غنی ہے اور اس کے مقابل ہر شے مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی فقیر، محتاج اور حاجت مند ہے اس لئے کسی بڑے سے بڑے انسان کو اللہ کے مقابل بزرگی اور فضیلت حاصل نہیں البتہ انسانوں کو آپس میں فضیلت و درجات حاصل ہیں۔ اور یہ درجات ہی ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دوسروں پر فضیلت محبوبیت اور رفعت کا مقام عطا کرتے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

س ۵۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کا نور تمام مخلوقات کی خلقت سے پہلے پیدا کیا گیا تھا؟

ج۔ تخلیق کائنات کے ارادے کے وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کاملہ نے انسان کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور قائم کیا اور پھر اس کی تکمیل کے لئے کل کائنات کا نظام قائم کیا۔ انسان کامل کا شرف ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا سے نہیں بلکہ اُس کی روحانی کاملیت عظمت اور فضیلت سے ہے، جو نورِ

خداوندی کا عکس اور پرتو ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی مشیت میں آنحضرتؐ کا نور پیدا کیا اور اسی نور کی شعاعوں نے تمام انسانوں کو حسب استعداد روشن کیا اس عمل کا آغاز الست بربکم اور قالوا بلیٰ سے ہوا اور اس عہد و پیمان کے بعد انما امرہٗ اذا اراد شیئ ان یقول لہ کن فیکون (اس کا امر یہ ہے کہ جب اس کی مشیت نے تخلیق عالم کا ارادہ کر لیا تو اس نے کہا کہ ہو جا اور یہ تخلیقی عمل شروع ہو گیا) پس اس بات کے سمجھنے میں کوئی استحالہ نہیں کہ تخلیق کائنات میں مشیت کا نقطہ آغاز لبشر کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی وجود سے ہوا اور اس بارے میں کتب روایت میں آنحضرتؐ کا یہ قول بکثرت ملتا ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور تخلیق کیا اور آنحضرتؐ کی اولیت پر ہم پہلے سوال کے جواب میں روشنی ڈال چکے ہیں۔

س ۴۔ قرآن نے کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کا نور اللہ کے نور میں سے ہے؟

ج۔ اللہ کی ذات سراپا نور ہے۔ دنیا میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نور کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام جو آسمانی کتابوں کی شکل میں دنیا میں نازل ہو وہ ہدایت اور نور ہے جو انسانی قلوب کو روشن کرتا ہے (فیہ ھدیً و نور) انبیاء جو انسانوں کی ہدایت کے لئے آتے ہیں ان کے سینے نور الٰہی سے منور ہوتے ہیں تو وہ نور وحی کو جذب کرتے ہیں قرآن حکیم میں آنحضرتؐ کو لقد جاءکم من اللہ نورٌ و کتاب مبین (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب آئی) کی آیت میں نور فرمایا گیا ہے۔

قرآن حکیم نے ہی آنحضرتؐ کے بارے میں فرمایا ہے کہ "اے نبی ہم نے تجھے شاہد و بشیر و نذیر، اور داعی الی اللہ اور نورانی آفتاب و قمر بنا کر بھیجا ہے" (احزاب) کیا اللہ کا سراج منیر (نورانی آفتاب) نورِ الٰہی نہیں ہے؟ سورہ صف میں فرمایا کہ کافر چاہتے کہ وہ محمدؐ کے لائے ہوئے نور کو بجھا دیں مگر اللہ اس نور کو کامل طور پر پھیلائے گا۔ اسی طرح سورہ حدید میں فرمایا "اللہ نے اپنے بندے پر کتاب اتاری تاکہ بندہ لوگوں کو تاریکی سے نور میں لائے" پس جو ذات دوسروں کو نور میں لاتی ہے۔ اس کے اللہ کا نور ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ بصیرت شرط ہے۔ پھر قیامت کے دن نبی اکرمؐ اور مومنوں کا نور ان کے آگے آگے روشنی پھیلاتا چلے گا (حدید) دنیا میں کلام الٰہی مومنوں کو ظلمت سے نور میں لاتا ہے (البقرہ)

معلوم نہیں آسمانی کتابوں کے ماننے والے کب تک جہالت اور ہود یا نہ حق دشمنی کی تاریکی میں پڑے رہیں گے۔

س ۔۷۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ پر درود پڑھنا فرض ہے؟

ج ۔ قرآن حکیم (سورہ احزاب) میں ارشادِ الٰہی ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو جو بھیجنے کا حق ہے" صلوا علیہ وسلموا امر کے صیغے ہیں جن میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبیؐ پر درود و سلام بھیجو" کیا حکم سے فرض ظاہر نہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ دنیا میں واحد نبی جن پر اللہ اور اس کے

فرشتے اور دنیا کے کروڑوں مسلمان شب و روز درود و سلام بھیجتے ہیں وہ محض سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے اور اسی نبی اکرمؐ اور امت مسلمہ سے متعلق حضرت ابراہیمؑ سے کہا گیا کہ "جو تجھے مبارک کہیں ان کو میں برکت دوں گا (کتاب پیدائش ۱۲ : ۲) چنانچہ آنحضرتؐ اور مسلمان ہی وہ مبارک لوگ ہیں جو ہر صلوٰۃ اور فارغ اوقات میں درود میں حضرت ابراہیمؑ کو مبارک و سلامت کہتے ہیں۔ (کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم)

س ۸۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کو ایذا دینے والا لعنت میں گرفتار ہوگا؟

ج۔ اللہ کے نبی دنیا تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں ان کی ذات درمیان میں نہیں ہوتی، اس لئے ان کی مخالفت اللہ ہی کی مخالفت ہے، پس قرآن میں ایک اصول بتایا کہ من یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابداً (سورہ جنؓ) جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا" پھر ۴ : ۱۱۵ میں ہے۔ "جو کوئی ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ سے دشمنی پر کمر باندھ لیتا ہے اور مومنوں کے راستے کے سوا کوئی دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔ تو پھر ہم اسے بھٹکتا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے جہنم میں ڈال دیتے ہیں اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے" اور سورۂ توبہ میں آنحضرت کے مخالفین کے بارے میں فرمایا والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔ جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے"۔ اسی طرح سورہ احزاب

: ۵۷ میں ہے کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے" اور یہ حقیقت عام آدمی بھی جانتا ہے کہ نبی صداقت و نیکی لاتے ہیں اور جو انسان ان کی مخالفت کر کے ان کی تعلیمات کے خلاف چلے گا یقیناً مصیبتوں میں مبتلا ہو گا۔ اور آج بھی اقوام عالم نبیوں کی نافرمانی کی وجہ سے دشمنی کے جہنم میں جل رہی ہیں۔

س ۹ - قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے؟

ج - قرآن حکیم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے۔ سورہ نساء : ۸۰ میں ہے۔
مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے اللہ کی اطاعت کی" دوسری جگہ فرمایا "ہم تو کسی رسول کو اسی لئے بھیجتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے" (نساء : ۶۴)
اسی طرح سورہ احزاب : ۳۶ میں فرمایا "مومن مردوں اور عورتوں کو زیبا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر لیں تو اس سے سرتابی کریں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلا گمراہ ہو گیا" اور سورۂ نساء میں ارشاد الٰہی ہے "اے نبی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں رہ سکتے جب تک یہ اپنے جھگڑوں میں تمہارے فیصلوں کو تسلیم نہ کر لیں" ویسے بھی قرآن کی رو سے مومن وہی ہے جو آنحضرتؐ کی اطاعت اور پیروی ہر بات پر مقدم رکھے، ورنہ اللہ کی نظر میں اس کا ایمان فریب نفس ہے۔
پادری ہی بتائیں کہ کیا حضرت مسیح کی نافرمانی کر کے محض خداوند! خداوند!

کہنے سے نجات پالیں گے۔

س۔۱۰۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ گوہ نے آنحضرتؐ کی نبوت کی شہادت دی تھی؟

ج۔ ہم ابتدا میں وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن آنحضرتؐ کی سیرت کی کتاب نہیں، یہ تو آسمانی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ آنحضرتؐ کی زندگی اور واقعات تو کتب سیرت، احادیث اور کتب روایات میں ملتے ہیں۔ اس لئے گوہ کی شہادت قرآن میں نہیں ملے گی۔ اگر موسیٰؑ کا عصا سیولوں کے سانپ کو نگل سکتا ہے تو گوہ کی شہادت کے تسلیم کرنے میں کیا مشکل ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اللہ کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں۔

س۔۱۱۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ دو درخت چل کر آنحضرتؐ کے اوپر سایہ فگن ہوئے تھے اور آپ کو چھپا لیا تھا؟

ج۔ یہ بھی تاریخی واقعہ ہے اور اس قسم کے فوق العادت واقعات سے نبیوں اور اولیاء اللہ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ آپ کو کتاب مقدس میں ایسی روایات مل جائیں گی موسیٰؑ پر بادل کا سایہ کرنا تو پادریوں کو معلوم ہوگا۔ مسیحؑ کو بھی بادل نے ڈھانپ لیا تھا (متی ۱۷:۵) یہ الگ بات ہے کہ کسی انجیل میں ایسی باتیں ہیں تو دوسری خاموش ہے۔ یہی ان کے غیر الہامی ہونے کی دلیل ہے۔

س ۱۲۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ ابو جہل کی مٹھی میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا تھا؟

ج۔ یہ بھی روایت ہے۔ ایسا واقعہ قرآن میں نہیں کتب روایت میں ملے گا۔ کیا اللہ کی قدرت سے ایسا ہونا ممکن نہیں؟ اگر مسیحؑ کے حکم سے پانی

تھم گیا اور ہوا رک گئی تو پھر اللہ کے حکم سے کنکریوں کا اللہ کی ہستی پر گواہی دینا کیوں کھٹکتا ہے؟ اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ابوجہل کے دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں عرب مسلمان ہوئے حتیٰ کہ اس کے بیٹے عکرمہؓ نے بھی کلمہ طیبہ کا اقرار کیا؟ کیا یہ کنکریوں کے کلمہ پڑھنے سے کم عجیب ہے؟ صاحب ارادہ، صاحب علم، صاحب عزم انسان کا دل پھیرنا اصل نشان ہے۔

س ۱۳۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے چاند کی طرف اشارہ کیا تھا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا؟

ج۔ قرآن حکیم کی سورۃ القمر کے الفاظ ہیں اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ کہ مقررہ گھڑی آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ وحی الٰہی میں نشانات کی تفصیل نہیں ہوتی صرف اشارۃً ذکر ہوتا یہاں مقررہ گھڑی آجانے اور چاند کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ موسیٰؑ کے زمانے میں مینڈکوں، ٹڈیوں، خون کی بارش وغیرہ کا ذکر ہے، کب ہوا، کیسے ہوا، موسیٰؑ نے ان کے لئے کیا کیا کام انجام دیئے اور یہ معجزات کیسے ختم ہوئے اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح شق قمر کے لئے بھی دشمنوں نے معجزہ مانگا اور وہ حکم الٰہی سے مقررہ وقت پر ہوا اور پھر اس زمانے کے تمام لوگوں نے تسلیم کیا اور اس کا کوئی منکر باقی نہ رہا فرق صرف اتنا ہے کہ اسرائیلی نبیوں نے جتنے معجزے دکھائے ان کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا جب کہ آنحضرتؐ کے نشانات کو تمام عربوں نے تسلیم کیا۔

س ۱۴۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے کانپتے ہوئے پہاڑ سے کہا تھا

کہ تھم جا اور وہ ساکن ہو گیا؟

ج۔ اس واقعہ کا تعلق بھی سیرت نبیؐ سے ہے۔ احادیث و تواریخ میں اس کا ذکر موجود ہے اگر مسیح کے حکم سے طوفان تھم گیا تو مسیحؑ کے محسن خاتم الانبیاءؐ کے ارشاد سے کوہ اُحد کا ساکن ہونا کیوں محال دکھائی دیتا ہے یہ سب کچھ اللہ کے اِذن سے ہوتا ہے مسیحؑ نے تو شاگردوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم پہاڑ کو حکم دو گے تو وہ اپنی جگہ سے چل پڑے گا۔ پھر خاتم الانبیاءؐ نے اگر اِذنِ الٰہی سے ایسا کیا تو تعجب کیسا؟ آپؐ کے ادنیٰ غلاموں نے وہ روحانی کرشمے دکھائے کہ دنیا عش عش کر اُٹھی۔ حتیٰ کہ ایک بوریا نشین خلیفہ عمرؓ نے دریائے نیل میں ڈالنے کے لئے اس مضمون کا رقعہ بھیجا کہ اگر تو اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو پوری شوکت سے چل اور اس سے دریا میں پانی اُمڈ آیا اور قحط کا خطرہ دُور ہو گیا۔ یہ روایت تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

س۔ ۱۵۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے؟ کہ آنحضرتؐ نے ریت کی مٹھی پھینکی تو وہ طوفان بن گئی تھی۔ نیز جنگ اُحد میں مٹھی بھر ریت کیوں نہ پھینکی تھی؟

ج۔ یہ طرز استدلال گستاخانہ بھی ہے اور جاہلانہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں سے جو سلوک ہوتا ہے۔ اس کی حکمتوں کو کچھ وہی سمجھتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ بنی اسرائیل کو فرعون سے بچا کر لے آتا ہے اور فرعونیوں کو غرق کر دیتا ہے اور دوسری طرف انہیں چالیس سال تک دشتِ فاران میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور دونوں صورتوں میں بنی اسرائیل کی بہتری ہی مطلوب تھی۔ پھر حضرت مسیحؑ جن حالات اور پریشانیوں سے

گزرے اس سے عام انسان تو بدظن ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت کیوں نہ کی، اور اسی وجہ سے مخالفوں نے بھی ان سے استہزا اور برا سلوک کیا مگر حقیقت ظاہر سے مختلف تھی۔ اسی طرح جنگ بدر اور اُحد کا حال ہے۔ ریت کی جس مٹھی پر اعتراض کیا ہے اس کا ذکر قرآن میں یوں ہے فلم تقتلوھم ولکن اللّٰہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ۔ (انفال: ۱۷) پس (مسلمانوں) تم نے دشمنوں کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور (اے نبی) تو نے نہ پھینکا جب کہ تو نے پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا"۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا ذکر ہے دشمن کو قتل تو تمام مسلمانوں نے کیا اور پھینکنے کا کام نبی اکرمؐ سے منسوب ہے لیکن ان باتوں کی کامیابی کی تہ میں وہ اسباب کام کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہ تھے۔ جیسا کہ فرمایا ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وانتم اذلۃ (اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری نصرت فرمائی جبکہ تم کمزور تھے) ایسی ہی کیفیت فرعون کے خلاف حضرت موسیٰؑ کو پیش آئی، موسیٰؑ نے اپنا عصا سمندر میں مارا تو پانی پھٹ گیا، راستہ بن گیا اور بنی اسرائیل پار ہو گئے فرعون کا لشکر سر پر آ گیا اسرائیلی گھبرا گئے تو موسیٰؑ نے کہا ان معی ربی سیھدین میرے رب کی نصرت میرے ساتھ ہے وہ ضرور رہنمائی کرے گا۔ پھر اب یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوا مگر بظاہر عصائے موسیٰؑ نے یہ کام کیا، اسی طرح جنگ بدر میں پھینکنے (رمیٰ) کا کام آنحضرتؐ نے کیا لیکن اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی تھی، اس لئے یہاں آنحضرتؐ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قرار دیا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بیعت رضوان میں ید اللّٰہ فوق ایدیھم

میں آنحضرتؐ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اب یہاں رَمیت کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے کچھ مارا یا پھینکا، مٹھی بھر ریت پھینکی یا تیر چلایا۔ روایات میں ہے کہ آنحضرتؐ نے پہلے دعا کی پھر بشارت دی کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر کہ دشمن مقابلے میں آئیں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے اور اس کے بعد آپ نے ریت کی مٹھی اُٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی اور مسلمانوں کو حملے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی گو جس طرح عصا مار کر سمندر کو چیرنا حیرت کا موجب ہے اس طرح مٹھی بھر ریت سے دشمن کو پریشان کرنا بھی ان لوگوں کو حیران کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت کی راہوں سے واقف نہیں اہل بصیرت کو آج بھی اس مٹھی میں پوشیدہ طوفان نظر آتا ہے۔ لیکن یہ تاریخی حقائق ہیں جن کا انکار کرنا احمقانہ جسارت ہے۔ پس اس روایت کا اجمال قرآن میں ہے اور تفصیل روایات میں ملتی ہے۔

جنگ اُحد میں مٹھی کیوں نہ پھینکی؟ کوئی بھی صاحب ایمان و معرفت شخص اللہ تعالیٰ کے نشانات کا تمسخر نہیں اُڑاتا۔ اللہ کے فرستادہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ غور کیجئے، وہی موسیٰؑ تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی لیکن آگے جا کر بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے جب انہیں بیابان میں بھٹکنے کی سزا ملی تو موسیٰؑ رضائے الٰہی پر راضی ہو گئے اور اس حالت میں انتقال کر گئے جنگ اُحد میں یہی کچھ ہوا، مسلمان مقابلے میں نکلے، آنحضرتؐ نے ایک درّے میں چند مسلمانوں کو حفاظت

کے لئے مقرر کیا اور حکم دیا کہ کسی صورت میں بھی اجازت کے بغیر یہاں سے نہ ہلنا، جنگ ہوئی دشمن کو شکست ہوئی وہ بھاگ نکلا، درے کے محافظوں نے کامیابی دیکھ کر بلا اجازت درہ چھوڑ دیا۔ بھاگتے ہوئے دشمن نے درہ خالی دیکھا تو پیچھے سے حملہ کیا مسلمان کامیابی کے خیال سے صفیں توڑ چکے تھے، اس لئے اچانک حملے سے ان کا کافی جانی نقصان ہوا تاہم وہ پھر سنبھلے اور دشمن کو دوبارہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ دراصل یہ ان میں سے بعض افراد کی نافرمانی اور غفلت کی سزا تھی اور انہیں سبق سکھانا مقصود تھا کہ گو تم بنی اسرائیل کی طرح بزدل تو نہیں ہو لیکن میدان جنگ میں تمہیں کسی حالت میں بھی قائدِ لشکر کی حکم عدولی نہیں کرنی چاہیئے۔ بہر حال وہ دشمن کو مار بھگانے میں کامیاب ہوئے اس لئے آنحضرتؐ کو یہاں مٹھی پھینکنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کے بعد آنحضرتؐ کی قیادت میں مسلمانوں نے کئی جنگیں لڑیں تو نہ انہوں نے حکم عدولی کی اور نہ کسی میدان میں شکست کھائی اور اس طرح آنحضرتؐ کا مبارک ہاتھ دستِ قضا بن کر دشمنوں کے خلاف تائید و نصرت کرتا رہا۔ کاش پادریوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت کا یہ ہاتھ نظر آجائے۔

س۔۱۶۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ معراج کی رات جبرئیل فرشتہ براق کی سواری لے کر آیا تھا اور معراج آسمانی کہاں مذکور ہوا ہے؟

ج۔ معراج کا مختصر ذکر سوال نمبر ۳ کے جواب میں کر چکے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کے آغاز ہی میں ہے سبحان الذی أسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد

الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیاتنا۔
اللہ کی ذات پاک ہے جو اپنے عبد (بندے) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف رات کو لے گیا جس کا ماحول برکتوں والا ہے تاکہ ہم اُسے اپنے نشان دکھائیں" اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو راتوں رات پہلے بیت المقدس لے گیا جو انبیائے بنی اسرائیل کا مرکز برکات اور پھر وہاں سے اپنے نشانات دکھانے کے لئے آسمانوں پر لے گیا۔ اب عقل کا تقاضا ہے کہ اس طویل و بے پایاں سفر کے لیے کسی برق رفتار سواری سے کام لیا جاتا اور اسی سواری کو برق رفتاری کی وجہ سے براق (بجلی کی سی تیزی والی) کا موزوں نام دیا گیا اور معراج کی تمام روایات میں اس سواری کا نام براق ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ سیر اپنے نشانات دکھانے کے لئے کرائی تھی تو پھر آسمانوں پر آپ کا جانا بھی ضروری تھا کیونکہ نشانات الٰہی کا سرچشمہ تو آسمان ہی ہیں۔ تاہم مزید تسلی کے لئے ہم سورہ نجم کی آیات درج کرتے ہیں جن سے آسمانی معراج کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

ترجمہ۔ "ستارہ گواہ ہے جب وہ ڈوبتا ہے۔ تمہارا ساتھی گمراہ نہیں ہوا اور نہ وہ بہکا ہے، اور نہ اپنی خواہش نفس سے بولتا ہے۔ یہ تو صرف وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے اسے مضبوط قوتوں والے نے سکھایا ہے۔

حکمت والے نے ۔۔۔ سو وہ اعتدال پر قائم ہوا، اور وہ بلند انتہائی مقامات

پر ہے، پھر قریب ہوا اور بہت قریب ہوا سو وہ دو کمانوں کا وتر ہوا۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ قریب، پس اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی، جو اس نے دیکھا وہ دل نے جھوٹ نہیں کہا، تو کیا تم اس سے اس پر جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا اور اُس نے اسے ایک اور نزول کے وقت بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت ہے جو اصل ٹھکانہ ہے، جب اس راہ پہ چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ وہ پھری نہیں اور نہ حد سے بڑھی اس نے اپنے رب کے بڑے بڑے نشانات دیکھے" (۱-۱۸)

یہاں بھی بڑے بڑے نشانات، جنت ماویٰ، قرب الٰہی، سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ہے جن کا آسمانوں سے تعلق ہے اور جب آنحضرت ؐ نے یہ مشاہدات قریش مکہ کو سنائے تو وہ جہالت سے جھگڑنے لگے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ "کیا تم نبی ؐ سے اُس پہ جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا" ہم یاددہانیوں کو بھی مشورہ دیں گے کہ وہ اللہ کے رسول کی دشمنی میں کفار کی روش اختیار نہ کریں۔

س ۱۷- قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ آنحضرت ؐ تمام اُمتوں اور مرسلین کی سفارش کریں گے۔

ج- قرآن حکیم میں سفارش کا لفظ نہیں شفاعت کا لفظ ہے، ویسے بھی سفارش تو وہاں کی جاتی ہے جہاں حاکم سفارش کرنے والے سے بے خبر ہو، اور اللہ تعالیٰ سے کسی کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں وہ تو خود خالق اور علیم ہے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں اس سے شفاعت ہی کی جاسکتی ہے۔

شفاعت کا تعلق شفع سے ہے اور شفع سے مراد جسمانی یا روحانی تعلق و قرب ہے جیسا کہ مکانوں کے بارے میں حق شفع ہوتا ہے اور قرآن کی رُو سے محض روحانی اور ایمانی قرب مقصود ہے جو ایمان دار اپنے نبیؐ کی پیروی کرے لیکن پھر بھی وہ بعض کمزوریوں کی بنا پر اطاعت کا حق ادا نہ کر سکے تو اس نبیؐ کی محبت، رحمت اور شفقت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے مخلص اُمتی کے حق میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں شفاعت کی اجازت طلب کرے اور جب اللہ اجازت دے تو پھر اپنی رحمت و محبت کی بنا پر بخشش کی شفاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شفاعت قبول کرے گا۔ لیکن امتی کو اپنے نبی کی شفاعت کا حق تب ہی ہو گا کہ وہ زندگی بھر شرک سے بچا رہے، اپنے نبی کی تعلیمات پر حتی المقدور عمل کرے، بدی پر دلیری نہ کرے، اور توبہ کرتا رہے، اور پھر بھی عمل میں نقص اور کوتاہی رہے تو نبی کی شفاعت سے بہرہ ور ہو گا (انشاء اللہ) کیونکہ کوئی امتی نہیں جانتا کہ وہ اپنے اعمال سے ضرور جنت اور نجات کا حق دار ہو گیا ہے۔

قرآن تو درکنار کسی حدیث میں بھی یہ عقیدہ نہیں کہ آنحضرت مرسلین کی شفاعت کریں گے، مرسلین (انبیاء) تو معصوم ہوتے ہیں، ان کو کسی کی شفاعت کی حاجت نہیں۔ وہ تو خود اپنے امتیوں کی شفاعت کریں گے۔ رہا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے نبیوں کے امتیوں کی شفاعت کرنا تو اس میں کوئی ناقابل فہم بات نہیں۔ آنحضرتؐ تمام انسانوں کی طرف نبی ہیں۔ تمام پہلے نبیوں کی امتیں آپؐ کی مخاطب ہیں۔ آپؐ کے آجانے کے

بعد پہلی تمام اُمتوں پر بھی لازم ہو گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے کسی ایک نبی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہو گیا اور ان تمام برکات و تعلیمات سے محروم ہو گیا جو اللہ کے نبی کے ساتھ نازل ہوتی ہیں بالخصوص جب کہ پہلے نبیوں کی تعلیمات اپنی اصل حالت میں نہ رہی ہوں۔ ایسی حالت میں پہلی امتوں سے جو لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں گے وہ آنحضرت کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں گے اور آپ کی رحمت، رأفت اور رحمدلی سے رضائے الٰہی کی جنت پالیں گے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ ترجمہ "اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے اس پر گواہ لائیں گے اور اے نبی! تم کو ان سب پر بطور گواہ لائیں گے (سورۃ نساء) "قیامت کے دن ہم ہر ایک امت میں ان ہی میں سے گواہ کھڑے کریں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ کے طور پر لائیں گے" (ہود) پس قیامت کے دن نبی اپنی اپنی امتیوں کے ایمان پر گواہی دیں گے اور اللہ کے اذن سے مستحقین کی شفاعت کریں گے اور آنحضرتؐ تمام اقوام اور نبیوں کی امتوں پر شاہد ہوں گے اور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

س ۔ ۱۸۔ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی دی گئی تھی؟

ج ۔ قرآن حکیم کی سورہ صافات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نمرود کی سازش سے بچ کر جب فلسطین پہنچے تو انہوں نے دعا کی ۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْن ۔ اے میرے رب! مجھے ایک صالح فرزند عطا کر" پس آپ کا یہ پہلا اکلوتا بیٹا اسماعیل (جس کے معنی ہیں اللہ نے تیری دعا سن لی) آپ کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا (فلما بلغ معه السعی) تو ابراہیمؑ نے فرمایا:

اے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تو دیکھ تیری کیا رائے ہے" بیٹے نے کہا: میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے کر گزر تو مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائے گا"۔

پس جب (باپ بیٹے) دونوں نے حکم مانا اور اسے ماتھے کے بل لٹایا اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بھاری قربانی اس کا فدیہ دیا"۔

حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے اکلوتے جواں عمر بیٹے کی آزمائش ہو چکی تو ابراہیمؑ کو خوشخبری ملی "وبشرناہُ باسحٰق نبیًّا من الصالحین وبارکنا علیہ و علٰی اسحٰق الخ" (اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو صالح نبی تھے پھر ہم نے اس بیٹے (اسماعیلؑ) اور اسحٰق کو برکت دی اور ان دونوں کی نسل میں سے نیکی کرنے والے اور نفسوں پر ظلم کرنے والے بنائے" اس تفصیل سے واضح ہے کہ بیٹے کی قربانی کے بعد دوسرے بیٹے اسحاقؑ کی بشارت دی گئی۔ پھر دونوں کو برکت دی اور بائبل کی کتاب پیدائش کی رو سے بھی اسماعیل ہی بڑے بیٹے ہیں اور دونوں بیٹوں کے حق میں بشارات بھی ہیں اور تاریخ میں اسماعیل کی ہی قربانی کی یاد آج بھی عالم اسلام میں منائی جاتی ہے۔ اہل حق کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

س-۱۹- قرآن میں کہاں لکھا ہے، کہ نزول قرآن سے توریت اور انجیل منسوخ ہو چکی ہیں۔

ج - ہم مسلمان لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کو اپنے لئے کتاب ہدایت جانتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی کتاب قرآن اور آنحضرتؐ کی سنت کے پیرو ہیں۔

اور اگرچہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ توریت، انجیل وغیرہ پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں لیکن ہماری ہدایت اور نجات کا سامان قرآن میں ہے اور اس کے باہر کسی کتاب میں نہیں۔ اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں جو شخص آنحضرتؐ اور قرآن حکیم پر ایمان نہیں رکھتا اس کی نجات نہیں ہوگی۔ اس مفہوم کو سامنے رکھ کر پہلی آسمانی کتابیں توریت، زبور، انجیل وغیرہ منسوخ ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی کتابوں میں تمام باتیں غلط اور مردود ہیں۔ ویسے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت مسیح نے توریت کی بعض تعلیمات کو منسوخ کر کے ان کی جگہ نئے احکام دیئے اور پالوس نے حضرت مسیح کی تعلیمات کو بدلا اسی بات کی قرآن نے صرف وضاحت کی۔

پہلی کتابوں کے متعلق ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اول تو خاص قوموں اور زمانوں کے مطابق نازل ہوئیں اور حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ ان کی بعض تعلیمات قابل عمل نہ رہیں۔ پھر ان کتابوں کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس لئے ان کی تعلیمات اصل حالت میں نہ رہ سکیں اس کے علاوہ ان کے پیروؤں نے ذاتی مصلحتوں کی بنا پر ان میں تبدیلی کی اور تعلیمات کو بگاڑ دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰؑ کی توریت کو ایک ہزار سال بعد عزرا نبی نے سن سنا کر مرتب کیا، پھر عیسیٰؑ نے ضرورت کے مطابق توریت کی تعلیمات کو بدلا

اور ان کے بعد جناب پالوس نے شریعت موسوی اور احکام مسیح میں انقلابی تبدیلیاں کر دیں اور یہ تبدیلیاں آج تک جاری ہیں پھر سب جانتے ہیں کہ موجودہ اناجیل کی تعلیمات حضرت مسیح سے سالہا سال بعد مختلف لوگوں نے لکھیں۔ جنہوں نے نہ تو حضرت مسیح کو دیکھا تھا، نہ ان کی زبان سے کچھ سنا تھا اور انہوں نے مختلف لوگوں سے سن سنا کر اپنی انجیلوں میں حضرت مسیح کے حالات لکھ لئے اور ان حالات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے قابل اعتماد عالم نہ تھے اس لئے ان کی انجیلوں میں ایک دوسرے سے مختلف حالات ملتے ہیں۔ جو بعض اوقات ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں اور حضرت مسیح کی سیرت کا ایسا نقشہ کھینچتے ہیں۔ جو آپ کی شان کو کم کرتا ہے۔

ایسے حالات میں ہم علمی اور تاریخی لحاظ سے بھی پرانی آسمانی کتابوں کو موجودہ صورت میں قبول نہیں کرتے ہیں۔ ہاں یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اصل توریت، زبور، انجیل اور صحیفے اللہ کا کلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے تحریف کے پیش نظر پہلی کتابوں کی بنیادی تعلیمات اور ان کے نبیوں کی صحیح سیرت کو قرآن حکیم میں محفوظ کر دیا ہے اور اس پر مسلمان عمل پیرا ہیں۔

س۔ ۲۰۔ قرآن میں لفظ اسلام کہاں ہے؟

ج۔ قرآن میں رضیت لکم الاسلام دیناً سورۂ مائدہ (ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا) اور من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ۔ آل عمران (اور جو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کی پیروی کرے گا تو اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا) کے الفاظ میں دین اسلام کا ذکر پایا جاتا ہے۔

س-۱۲- قرآن کے مطابق روزِ قیامت کوئی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، جب یہ درست ہے۔ تو آنحضرتؐ کیسے سفارش کریں گے؟

ج- قرآن کے مطابق اللہ اور رسولؐ کے دشمن کے حق میں ان کے معبودان باطل کی شفاعت قبول نہیں ہوتی کیونکہ ان معبودوں کا نہ اللہ سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی ان کفار سے کوئی ہمدردی، اور شفاعت کے لئے ضروری ہے کہ ایک تو شفیع کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہو اور دوسرے اپنے متبع سے بھی دلی لگاؤ ہو، اور یہ مقام انبیاء کو حاصل ہوتا ہے اور وہ مَن ذالذی یشفع عندہ اِلا باذنہ (وہ کون ہے جو اللہ کے اذن کے بغیر شفاعت کرے) کے مطابق پہلے اللہ تعالیٰ سے اجازت لیتے ہیں اور پھر شفاعت کرتے ہیں جو مقبول ہوتی ہے۔ پس اعتراض غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اور ہم سوال ع۱۷ کے ضمن میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

س-۲۲- قرآن میں ہے کہ نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ ہر شخص کو مل کر رہے گا پھر سفارش کی گنجائش کہاں رہتی ہے؟

ج- اعمال کے بدلے کا مفہوم یہ ہے۔ کہ کوئی شخص بُرے کام کرکے یہ حق نہیں رکھتا کہ جرم کے ہوتے ہوئے اسے سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اُسے معاف کرنا چاہے تو وہ معاف نہیں کر سکتا یا اپنی رحمت سے معاف نہیں کرے گا۔ اول تو قرآن حکیم کہتا ہے کہ برائی کی سزا اس کے برابر ہوگی اور نیکی کا اجر دس گنا ہوگا۔ پھر اگر ایک شخص برائی کرکے توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی لغزشوں

اور جرم کا اقرار کرکے مغفرت مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بے اندازہ رحمت سے اسے بخش دیتا ہے خود انجیل ایسی تعلیمات سے بھری پڑی ہے، البتہ وہ ان گناہوں کو معاف نہیں کرتا جس سے اس کی مخلوق خاص کر دوسرے انسانوں پر ظلم ہوا ہو، پھر قرآن میں ہے کہ انسان کی اپنے حق میں توبہ اور دعا اور دوسروں کے حق میں دعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ خطائیں معاف نہ ہوں تو پھر نبی، ولی، اور عام انسان دعائیں ہی کیوں کریں اس کے علاوہ قرآن حکیم میں فرشتوں، نبیوں اور مومنوں کی شفاعت کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں اللہ کی عام بخشش کے لئے آنحضرتؐ کا ارشاد ہے "اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فرشتوں نے بھی شفاعت کی، نبیوں نے بھی شفاعت کی، مومنوں نے بھی شفاعت کی، اور سوائے ارحم الراحمین کے کوئی شفاعت کرنے والا باقی نہیں رہا۔ پس وہ آگ میں سے مٹھی بھر لے گا اور ایسے لوگوں کو باہر نکال لے گا جنہوں نے کبھی بھلائی نہیں کی" (بخاری و مسلم) پس شفاعت برحق اور اللہ کی رحمت جوش میں آنے کا ثمر ہے۔ اور اس کی رحمت کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں۔

س۔۲۳ : قرآن کو کتابی شکل میں چھوڑ جانے کی ذمہ داری آنحضرتؐ نے کیوں پوری نہ کی تھی؟

ج۔ آنحضرتؐ نے یہ ذمہ داری جس خوش اسلوبی سے پوری کی اس کی مثال تاریخ میں کہیں دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اور اس حقیقت پر روشنی ڈالنے سے پہلے ہم پادریوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر وحی الٰہی کی تحریر صاحب

وحی کی ذمہ داری ہے تو پھر جناب مسیحؑ نے انجیل کب لکھی یا اپنے کسی شاگرد سے لکھوائی۔ پھر وہ لوگ کون تھے جنہوں نے موجودہ چار اناجیل لکھیں، انہوں نے کہاں سے معلومات حاصل کیں؟ اور اگر یہ چاروں مقدس اور درست ہیں تو ان میں اختلافات کیوں ہیں؟ اور یہ چاروں اناجیل حضرت مسیح علیہ السلام کی مادری اور قومی زبان آرامی میں تحریر کی گئیں، یا کسی ایسی زبان میں جو حضرت مسیح یا آپ کی قوم کی زبان نہ تھی؟ اور کیوں؟ اور وہ مبارک الہامی الفاظ کیا تھے جو انجیل کی منادی کرتے وقت آپ نے زبان مبارک سے ادا کئے؟

بہرحال یہ معمہ تو پادری حل کریں۔ ہم یہاں اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن کی حفاظت کا انتظام احسن طریق سے کیا گیا تھا۔

۱۔ جو وحی نازل ہوتی تھی آنحضرتؐ اسے تحریر کر لیتے تھے۔ چنانچہ قریش مکہ یہ الزام دیتے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کو یہ آیات لکھوا دیتا ہے (وھی تُملیٰ علیہ سورہ فرقان) اور آپ کے صحابہؓ مکہ میں ارقمؓ کے مکان پر اکٹھے ہوتے آپؐ آیات اللہ اور ان کی حکمت بیان کرتے اور ان کا تزکیہ کرتے۔ مدینہ میں یہ اوراق ایک صندوق میں رکھے ہوتے تھے جو صندوق المصحف (قرآن کا صندوق) کہلاتا تھا اور جہاں سے صحابہ آکر اپنے لئے لکھ لیجاتے تھے۔ آنحضرتؐ اس کے پاس صلوٰۃ ادا کرتے اور لکھنے میں لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اس طرح کئی ایک صحابہؓ کے پاس تحریری قرآن جمع ہو گئے، جن میں سے حضرت علیؓ حضرت زیدؓ اور کئی دوسرے صحابہ کا

کتب روایت میں نام آتا ہے۔

۲۔ چونکہ قرآن حکیم ہر صلوٰۃ (نماز) میں پڑھا جاتا تھا اور صلوٰۃ نزول قرآن ہی کے دن سے فرض ہو گئی تھی۔ نیز قرآن الفجر کے الفاظ میں پانچ وقت صلوٰۃ کے علاوہ صبح کے وقت تلاوت قرآن کا حکم تھا اس لئے مسلمان اسے حفظ بھی کرتے جاتے تھے اور کئی ایک کو مکمل قرآن حفظ ہو گیا تھا اور اس طرح حفاظت قرآن کا یہ دوسرا طریق تھا جو اس قدر مقبول ہوا کہ آج بھی دنیا میں لاکھوں حافظان قرآن ہیں۔ ہمیشہ رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ہی رہیں گے۔ کیونکہ انا لہ لحافظون وان علینا جمعہ وقرآنا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے۔

۳۔ آنحضرت خود حافظ قرآن تھے اور تہجد کی ایک ایک رکعت میں پانچ چھ پارے پڑھ جاتے تھے۔ آپ امام الصلوٰۃ بھی تھے۔ صلوٰۃ کے وقت بلند آواز سے تلاوت قرآن کرتے تھے، جس سے مسلمانوں کو آیات سننے اور یاد کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس کے علاوہ مسجد نبوی میں ایسے تارک الدنیا صحابی رضؓ تھے جو قرآن کا علم حاصل کرتے اور تبلیغ کے لئے موجود رہتے تھے۔

۴۔ پھر حضرت عمرؓ نے رمضان کے مہینے میں تراویح میں ختم قرآن کا آغاز کیا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ لوگ قرآن حفظ کریں اور تراویح میں سنیں اور سنائیں۔ اور یہ امر تمام اسلامی ممالک، شہروں اور قصبوں کی اکثر مساجد میں جاری ہے، اور دنیا بھر میں تمام مساجد رمضان کے مہینے میں تلاوتِ قرآن سے گونجتی ہیں۔

پادری صاحب! کیا آنحضرتؐ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری پوری کی یا کہ نہیں۔ ہم حضرت مسیح کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔

س۔ ۲۴۔ قرآن کو خلافِ سنت حضرت عثمان نے کیوں جمع کیا اور کتابی شکل دی؟

ج۔ حضرت عثمانؓ نے قرآن کو کتابی شکل نہیں دی تھی۔ قرآن تو پہلے ہی کتابی شکل میں مسلمانوں کے پاس موجود تھا۔ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا رکھوایا ہوا قرآن منگوایا اور اس کی نقلیں کروا کر مختلف اسلامی ممالک میں بھیجیں تاکہ تمام مسلمان مستند نقول حاصل کر لیں۔ اور اس خوفناک غلطی سے بچیں جو ان سے قبل عیسائیوں کو پیش آئی کہ بے احتیاطی کی وجہ سے دو تین صدیوں میں ان میں ایک سو سے زیادہ اناجیل رائج ہو گئیں اور شاہ قسطنطین کو ان میں سے چار کو رکھ کر باقی جبراً ضائع کرنا پڑیں اور مسیحی اصل انجیل سے محروم ہو گئے۔

س۔ ۲۵۔ قرآن میں ہے کہ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں ہیں پھر مسلمانوں کے قول دربارہ توریت و انجیل کے بدلے جانے کی کیا حقیقت ہے؟

ج۔ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ اللہ کی باتیں یا تعلیمات بدلتی نہیں۔ البتہ قرآن حکیم میں ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب متعین ہیں۔ علت و معلول کا سلسلہ غیر مبدل ہے جو قوم بھی عروج کے اسباب پر عمل کرتی ہے۔ عروج پاتی ہے اور بصورت دیگر مٹ جاتی ہے اسی

سلسلے میں قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہ اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

تاہم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور احکام شریعت کا تعلق زمانوں، علاقوں اور لوگوں کی کیفیتوں سے ہے جن کو انسانی بہتری کے لئے تبدیل کیا جاتا ہے لیکن یہ تبدیلی ابدی صداقتوں میں نہیں ہوتی بعض مراسم اور شرعی احکام میں ہوتی ہے اسی سلسلے میں ارشاد الٰہی ہے۔

"ہم جب آیت (تعلیم) کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کروا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس کے مشابہ لے آتے ہیں" (البقرہ: ۱۰۶)

"اور جب ہم ایک آیت (تعلیم) کو بدل کر اس کی جگہ دوسری آیت لے آتے ہیں اور اللہ جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو یہ آیت اپنے پاس سے بنا لایا ہے"۔

یہ تو اصولی بات کی وضاحت ہے ویسے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ کتاب مقدس کی رُو سے حضرت موسیٰؑ نے پہلے نبیوں کی تعلیم کو بدلا، چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے دو سگی بہنوں سے شادی کی مگر توریت نے اسے حرام قرار دیا، اسی طرح حضرت عیسیٰ نے طلاق اور بعض دوسرے احکام میں تبدیلی کی، اور ان کے بعد جناب پالوس نے حضرت مسیحؑ کی نافرمانی کر کے شریعت کو لعنتی ٹھہرایا اور ختنہ کے عہد کو توڑ کر شریعت میں بنیادی تبدیلی کی اور آج مسیحی حکومتوں میں پوپ اور آرچ بشپ آف کنٹر بری کی موجودگی میں زنا، شراب، اغلام بازی، اور طلاق وغیرہ

کے خلاف احکام کو قانون کے طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ ایسے حالات میں انجیل اور توریت (جن کا اصل صورت میں وجود ہی نہیں) کے بارے میں مسلمانوں پر اعتراض کیا حقیقت رکھتا ہے۔

س ۲۶۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ توریت، انجیل اور دوسری پہلی کتابوں کا محافظ و مصدق ہے پھر مسلمانوں کے انہیں الہامی اور آسمانی کتابیں نہ ماننے کی کیا وجہ ہے؟

ج۔ مسلمان آج بھی پہلے نبیوں کو معصوم، راستباز اور صادق مانتے ہیں۔ مسلمان آج بھی توریت، انجیل اور قرآن سے پہلے نبیوں کی کتابوں کو الہامی اور آسمانی مانتے ہیں اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان نبیوں اور ان کی کتابوں نے ایک خدا، اعلیٰ اخلاق اور قیامت پر ایمان کی تلقین کی، اور ان نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن آج یہ آسمانی کتابیں اپنی اصل صورت میں نہیں ملتیں، ان کتابوں میں نبیوں کا کردار گھٹیا ثابت کیا گیا ہے، ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان سے ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ جنہیں کوئی بھی شریف آدمی برداشت یا پسند نہیں کرے گا حضرت نوح کا شراب پی کر ننگا ہونا، حضرت لوط کی بیٹیوں کا انہیں شراب پلا کر ان سے ہم بستر ہونا، داؤدؑ کا اوریاہ کی بیوی سے زنا کرنا، یعقوبؑ کا دو سگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا، حضرت سلیمان کا بیوی کی خاطر بت پرستی کرنا حضرت مسیحؑ کا والدہ کی شان میں گستاخی کرنا، ایک فاحشہ عورت سے عطر ملوانا اور ایک غیر اسرائیلی

عورت کو کتیا سے تشبیہ دینا وغیرہ ایسی باتیں نہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم ان کتابوں کو خدا کا کلام سمجھ لیں، البتہ اتنا مانتے ہیں کہ ان کتابوں میں جو باتیں ان نبیوں سے منسوب ہیں اور ان سے توحید، نبیوں کی عظمت، اعلیٰ اخلاق اور نیکی کی تلقین ملتی ہیں وہ یقینی الہامی ہیں۔ یہ وہ ایمان ہے جو مسلمانوں کے دل میں توریت وانجیل کے متعلق ہے۔ اس سے کم وبیش کوئی بات مسلمانوں کے اعتقاد میں داخل کرنا بہتان اور فریب ہے۔

س۔ ۲۷۔ قرآن آنحضرتؐ کے متعلق بتلاتا ہے کہ وہ دین ابراہیم پر چلنے والے ہیں، ابراہیمؑ نے تو خدا کے حکم کے ملنے کے روز ۹۹ سالہ عمر میں ختنہ کروالیا تھا آنحضرتؐ نے ختنہ کیوں نہ کروایا؟

ج۔ عربوں میں سنت ابراہیمی کی بدولت شروع ہی سے ختنے کا رواج تھا۔ اس لئے قریش کے دستور کے مطابق آنحضرتؐ کا ختنہ بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح کا ہوا تھا۔ یہ بدقسمتی پالوس کے حصے میں آئی تھی کہ انہوں نے خدا کے عہد کو توڑ کر اور حضرت مسیحؑ کی سنت اور دین کو ترک کر کے ختنہ اڑا دیا اور آج دنیا بھر کے مسیحی پالوس کے ہاتھوں کافر اور گمراہ ہو کر ختنہ سے محروم ہیں۔ مگر یہ چھلنی کتنی گستاخ ہے کہ اپنے ستر چھیدوں کے ہوتے ہوئے چھاج کو طعنہ دیتی ہے جس میں کوئی چھید نہیں کاش انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر آجاتا جس کی وجہ سے یہ صداقت کی شناخت سے محروم ہیں۔

س۔ ۲۸۔ قرآن یہودیوں کے دونوں ہاتھوں میں الکتاب یعنی بائبل ہوتے

اور اس کے پڑھے جانے کا اقرار کرتا ہے اور یہودیوں کو توریت لانے اور عیسائیوں کو انجیل پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اس دعوے کی کیا حیثیت ہے، کہ قرآن سے پہلے کی کتابیں اور توریت وانجیل کہیں موجود نہیں ہیں۔

ج۔ ایک عیسائی کو حق نہیں پہنچتا کہ یہ اعتراض کرے، انجیل کی رو سے خود مسیحؑ نے احکام توریت کو بدلا، یہ کہہ کر کہ جو چیز اندر جاتی ہے وہ ناپاک نہیں ہوتی، خوردنی اشیاء میں حرام حلال کی تمیز اڑا دی، (مرقس ۷: ۱۸) پھر پالوس نے شریعت کو لعنتی قرار دے کر ہر قسم کی اخلاقی پابندی بھی ختم کر دی جس کے ماتحت عیسائی دنیا میں نہ وہ مذہبی سطح پر کھانے پینے پر پابندی ہے اور نہ ہی زنا، شراب وغیرہ کی کوئی رکاوٹ ہے ہر ملک نے اپنی ملکی اور قومی مصلحتوں کو روا رکھا ہے، خواہ وہاں عیسائیت ہے یا کمیونزم، اشتراکیت یا جمہوریت ہے۔

رہا یہودیوں کا معاملہ تو اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ آنحضرتؐ کی مدنی زندگی میں مدینہ میں یہود آباد تھے، ان کی شریعت کے مقابل اسلامی قوانین زیادہ نرم، رحیمانہ اور معتدل تھے، اس لئے وہ اپنے مقدمات آنحضرتؐ کے پاس لے آتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ تم توریت کے مطابق فیصلہ کیوں نہیں کرتے۔ جب کہ تم اس کے شرعی احکام پر ایمان رکھتے ہو، ویسے بھی اکثر حکومتیں اقلیتوں کو اپنے مجلسی قوانین پر عمل کی اجازت دیتی ہیں، جس کا مطلب یہ نہیں

ہو تا کہ حکومتیں ان قوانین کو درست بھی سمجھتی ہیں۔ جیسا کہ خود ہمارے ملک میں پادریوں کے مطالبے پر حکومت نے عیسائیوں کے لئے شراب کی اجازت دے رکھی ہے اور ان کے طلاق کے قانون میں ان کی مرضی کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔ کیونکہ عیسائی اور یہودی ان پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے نہیں کہ مسلمان بھی انہیں اصل توریت اور انجیل جانتے ہیں البتہ ہم پادریوں سے یہ ثبوت مانگتے ہیں کہ موجودہ چاروں انجیلیں حضرت مسیحؑ نے دی تھیں۔ اگر دی تھیں تو ان میں اختلاف کیوں ہیں ؟ اور اختلافات کے ہوتے ہوئے کونسی انجیل سچی ہے اور کونسی غلط ہیں اور کیوں ؟

س۔ ۲۹۔ قرآن مسلمانوں کو پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کو کہتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اس فرمانِ الٰہی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ؟

ج۔ مسلمانوں کا اس بات پر ہمیشہ ایمان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے پہلے نبی بھیجے اور قرآن حکیم سے پہلے کتابیں بھیجیں۔ مگر پہلی امتوں نے ان کتابوں کو ضائع کر دیا یا ان میں رد و بدل کر دیا جیسا کہ فرمایا "فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کہ ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے" چنانچہ حضرت مسیحؑ سے سالہا سال بعد چار اشخاص متی، مرقس، لوقا اور یوحنا نے ادھر اُدھر سے سن سنا کر کتابیں لکھیں، انہیں انجیل کا نام دیا، حالانکہ نہ ان میں سے کوئی حضرت مسیحؑ نے لکھی، نہ لکھوائی نہ جناب کے شاگردوں نے لکھی نہ لکھوائی، نہ ان کا مضمون

ایک ہے، نہ ہی ان میں ایک دوسری سے اتفاق پایا جاتا ہے، ایسے ہی حالات میں قرآن حکیم نے نصیحت کی کہ لا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق کہ حق اور باطل کو باہم نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن کے نازل کرنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اصل آسمانی کتابوں کی اصل تعلیمات کو محفوظ کر دیا جائے اور ان کے نبیوں کا حقیقی احترام اور فضیلت برقرار رہے۔

س۔ ۳۰ :۔ قرآن تو یہودیوں کے زبان مروڑ کر اور غلط پڑھنے کو تحریف تبلاتا ہے یا بعض یہودیوں کے بعض کتابیں لکھ کر انہیں الہامی ظاہر کرنے کا غلط دعویٰ کرنے کی بابت تبلاتا ہے۔ لیکن مسلمان کیوں بائبل کی الہامی کتابوں کو انسانی ہاتھوں کی لکھی اور محرف کتابیں کہتے ہیں ؟

ج۔ گذشتہ جوابات میں اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ قرآن یہودیوں سے کہتا ہے کہ اے اہل کتاب تم اللہ کی تعلیمات کو کیوں تبدیل کر دیتے ہو" یعنی معنوی اور لفظی ہر دو لحاظ سے بدل دیتے ہو، اور اس کی شکایت حضرت مسیحؑ نے بھی کی :۔

"اُس وقت فریسیوں اور فقیہوں نے یروشلم سے یسوع کے پاس آکر کہا۔ تیرے شاگرد بزرگوں کی روایت کو کیوں ٹال دیتے ہیں کہ کھانا کھاتے وقت ہاتھ نہیں دھوتے۔ اس نے جواب میں ان سے کہا کہ تم اپنی روایت سے خدا کا حکم کیوں ٹال دیتے ہو کیونکہ خدا نے فرمایا ہے تو اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کرنا اور جو باپ اور ماں کو بُرا کہے وہ ضرور

جان سے مارا جائے مگر تم کہتے ہو کہ جو کوئی باپ اور ماں سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ خدا کی نذر ہو چکی تو وہ اپنے باپ کی عزت نہ کرے پس تم نے اپنی روایت سے خدا کا کلام باطل کر دیا۔ اے ریاکارو! یسعیاہ نے تمہارے حق میں کیا خوب نبوت کی کہ: یہ امت اپنی زبان سے تو میری عزت کرتی ہے۔ مگر ان کا دل مجھ سے دور ہے اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں کیونکہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں" (متی ۱۵ : ۱-۸)

انجیل کا انسانی ہاتھوں سے لکھا ہوا اور ایک دوسری سے مختلف ہونا واضح ہے اور توریت کے ضمن میں یہ حوالہ پڑھ لیجیے۔ توریت کی پہلی پانچ کتابیں موسیٰؑ سے منسوب ہیں۔ پانچویں کتاب استثنا کے آخر میں لکھا ہے:

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہنے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اُسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا مگر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دُھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس برس تک روتے رہے" (۳۴ : ۵-۸)

اگر یہ کتاب بھی موسیٰ کی لکھوائی ہوئی ہے تو پھر کیا یہ حصہ انہوں نے

خیبر میں مکمل کیا تھا"۔

س ۳۱:۔ قرآن نے غیر منکوحہ لونڈیاں رکھنے کی اجازت دی ہے آج مسلمان اس کو قابل تعزیر جرم کیوں سمجھتے ہیں؟

ج۔ غیر منکوحہ لونڈیاں رکھنے کی قرآنی تعلیم نہیں۔ قرآن میں عورت کا انتہائی احترام سکھایا گیا ہے۔ عیسائیت کے برعکس اسلام میں وہ اولین گناہ کی بھی مرتکب نہیں سمجھی جاتی۔ نہ ہی بائبل کے برعکس عورتوں کو جنگ میں حراست میں لینے کی اجازت ہے۔ سوائے اس کے کہ عورت کی حفاظت مطلوب ہو البتہ اسلام سے پہلے جو عورتیں غلام تھیں، ان سے شادی کی اجازت دی گئی تاکہ وہ معاشرے کا قابل احترام حصہ بن جائیں اور اس طرح غلامی ختم ہو جائے۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل سے بائبل کی رو سے ایک ہی تقریب میں ۳۲ ہزار لڑکیوں کو قید کر کے جبراً حرم میں ڈال لیا۔ (گنتی باب ۳۱)

س ۳۲۔ قرآن نے نماز کو اُٹھتے بیٹھتے پڑھتے یعنی ہر حالت میں پڑھنا ضروری ٹھہرایا ہے لیکن نہ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو سزا دی جو نماز کے وقت گھروں میں بیٹھے رہتے تھے، نہ مسلمان حکومتیں بے نمازیوں سے باز پرس کرتی ہیں۔ جب کہ روزوں کو قرآن نے انسان کا ایسا انفرادی اور ارادی عمل بتلایا ہے۔ کہ اس پر اللہ نے بے حساب اجر دینے کا وعدہ کیا ہے اور مسافروں اور بیماروں اور بوڑھوں کو رخصت دی ہے لیکن پھر کیوں ہوٹلوں میں کھانا کھانے والوں مسافروں اور کھلے عام کھانے

والوں بوڑھوں اور بیماروں کو جرمانے کئے جاتے ہیں ؟

ج ۔ صلاۃ (نماز) اور صیام (روزہ) دونوں اسلام میں فرض ہیں۔ آنحضرت کے زمانے میں یہ تصور بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایک شخص اسلام پر ایمان لائے اور پھر صلوٰۃ و صوم کا پابند نہ ہو، اس وقت تو منافق بھی صلوٰۃ (نماز) کو ترک نہ کرتے تھے۔ فرق اتنا ہی تھا کہ منافق اِذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ صلواۃ میں سستی کرتے ہیں) کی رُو سے صلواۃ ادا کرنے میں کسل سے کام لیتے تھے۔ یہی صورت صیام (روزوں) کی تھی اور بعد کے زمانوں میں دین پر کما حقہٗ عمل نہ رہا۔ حاکم خود غافل ہوگئے تو کیسی سزا۔ اور روزے میں تو روزہ نہ رکھنے کی کچھ آسانیاں بھی ہیں، البتہ ان آسانیوں سے کھلے بندوں استفادہ کرنے سے روزہ داروں میں خواہش پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ بھی روزہ رکھنے میں تساہل کریں، اس لئے یہی مناسب ہے کہ کھلے بندوں کھانے پینے اور روزے کے احترام کو نظر انداز نہ کیا جائے جس کے لئے کچھ پابندیاں اٹل ہیں۔ پس حکومت نے روزہ نہ رکھنے پر نہیں روزہ نہ رکھنے کے اظہار پر پابندی لگائی ہے۔ اس کی کوئی سزا نہیں رکھی۔ بھلا یہ بھی کوئی دین ہے کہ کچھ احکام پر ایمان رکھا جائے مگر نہ ان کی پابندی ہو اور نہ خلاف ورزی پر باز پرس ہو۔ کیا دنیا میں تمام خرابیاں اسی لئے نہیں کہ اجتماعی مجلسی خرابیوں پر گرفت نہیں کی جاتی ؟ حتیٰ کہ مجلسی زندگی برباد ہو جاتی ہے ۔

س۔ ۳۳۔ قرآن نے مریمؑ والدۂ مسیحؑ کو عمران (بائبل کے عمرام) کی بیٹی اور ہارونؑ کی بہن بتلایا ہے حالانکہ مریمؑ والدہ مسیحؑ اور مریم بیٹی عمرام کی اور بہن ہارون کی مختلف عورتیں تھیں اور دونوں کے زمانہ میں ڈیڑھ ہزار سال کی مدت دراز تھی پھر کیوں قرآن کو خدائے علیم کا کلام سمجھا جائے۔

ج۔ پادری صاحب پہلے تو یہ بتائیں کہ مریمؑ کے والدین اور بہن بھائی کا کیا نام تھا؟ ویسے کسی شخص کی اہمیت جتانے کے لئے اُس کی نسبت ہمیشہ خاندان کے بزرگوں سے بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً انجیل میں حضرت مسیحؑ کو ابن داؤد، ابن ابرہام، وغیرہ کہا گیا ہے حالانکہ انجیل نے مریمؑ کے خاوند کا نام یوسف نجار لکھا ہے۔ یہودی اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ حالانکہ اسرائیل سب کے والد نہ تھے۔ پس حضرت مریمؑ کی اسرائیلیوں میں نسبی اور دینی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن کہا گیا ہے لیکن موسیٰ کی بہن نہیں کہا گیا کیونکہ دینی تعلیمات کی پابندی اور ترویج کا تعلق ہارونؑ سے تھا اُن کے بھائی موسیٰ سے نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو کسی کے خونی رشتوں سے غرض نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو آنحضرتؐ اور مومنوں کا باپ کہا گیا ہے اور تمام الہامی کتابوں میں یہ اسلوب پایا جاتا ہے۔

س۔ ۳۴۔ قرآن مسیحیوں سے کہتا ہے کہ تین خداؤں کو نہ مانو اور خدا کے ساتھ مسیح اور مریم کو خدا نہ ٹھہراؤ جب کہ مسیحیوں کا ایمان ایک ہی خدا

پڑے ہے اور وہ مسیحؑ اور روح القدس کو خدا کے جوہر اور انہیں خدا سے متحد بالذات مانتے ہیں علیحدہ خدا نہیں مانتے اور مریم کو خدا نہیں مانتے ہیں پھر کیا یہ سمجھا جائے کہ قرآن کا ملہم خدا مسیحیوں کے عقیدہ کو نہیں سمجھتا تھا؟

ج ۔ قرآن حکیم نے جب مسیحیوں کے تین خداؤں کے مقابل ایک خدا کا عقیدہ پیش کیا تو اس وقت ہزاروں مسیحی تثلیث کو چھوڑ کر حلقہ بگوش توحید ہو گئے۔ کیونکہ وہ دونوں کے فرق کو جانتے تھے۔

۲۔ مسیحیت کے ابتدائی دور میں فلسطین وغیرہ میں ایک مسیحی فرقہ "یونی ٹیرین" موجود تھا۔ جو رومن کیتھولک کے خلاف تثلیث کا منکر اور ایک خدا کا ماننے والا تھا۔ جسے یا تو تثلیث پرست حکومت نے قتل کیا یا بھاگنے پر مجبور کر دیا اور ان میں سے ایک گروہ اب بھی بھارت کے صوبہ کرالا میں موجود ہے اور جنہیں پرتگیزوں نے اپنے زمانے اقتدار میں زبردستی رومن کیتھولک بنانے کے لئے جبر سے کام لیا۔

۳۔ پھر یہ بتایئے کہ آج بھی مسیحیوں کی رومن کیتھولک اکثریت حضرت مسیحؑ اور مریمؑ سے متعلق کیا عقیدہ رکھتی ہے اور ان کی مورتیاں گرجوں میں کس لئے رکھی جاتی ہیں۔

۴۔ آپ کہتے ہیں کہ مسیح اور روح القدس (مریم نہیں) ایک ہی خدا کے جوہر اور متحد بالذات ہیں۔ گویا کہ آپ نے مان لیا کہ متحد بالذات خدا کھاتا ہے پیتا ہے۔ پاخانہ کرتا ہے۔ ڈرتا ہے، جان کے خوف سے اپنے آپ سے ہی صلیب سے بچنے کی رو رو کر دعائیں کرتا ہے۔ کیا

خدائی جوہر کی ایسی ہی صفات ہیں اور پھر خود ہی سے کہتا ہے کہ "اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" پادری صاحب کھل کر بات کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کمزوریوں سے پاک ہے۔ عبد اور معبود، طالب و مطلوب کا فرق نہ بھولئے۔ پس مسیح، روح القدس اور مریم خدا کی مخلوق ہیں۔ خواہ ان کا مقام کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ اور یہ اعلیٰ مخلوق اس کی حکمت سے پیدا ہوئی۔ اس کے رحم اور فضل سے زندہ رہی ہر لحظہ اس کی محتاج رہی اور جس وقت اس نے چاہا دوسروں کی طرح انہیں بھی اُٹھا لیا کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک۔ اللہ بس باقی ہوس۔

س۔ ۳۵۔ قرآن مسیحیوں کو کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا نہ ٹھہراؤ کہ خدا اس سے بے نیاز ہے کہ اس کی اولاد ہو اور دلیل یہ دیتا ہے کہ خدا کی بیوی ہی نہیں اولاد کہاں سے ہو گی۔ حالانکہ مسیحی حضرت مسیحؑ کو اللہ کا جسمانی بیٹا نہیں مانتے بلکہ خدا کے جوہر کے انسانی جسم اختیار کرنے کے عمل کو بیٹے ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس خدا کے اعتراض کو نافہمی پر محمول کیوں نہ سمجھا جائے؟

ج۔ سورہ انعام کی جس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صاحبہ (بیوی) نہ ہونے کا ذکر ہے وہاں حضرت مسیح یا مسیحیوں کا ذکر نہیں بلکہ عرب کے مشرکوں کے عقیدے کا ذکر ہے۔ ترجمہ:۔

"اور یہ مشرک جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ اس نے جنوں کو بھی پیدا کیا اور وہ بے علمی سے اللہ سے بیٹے اور بیٹیاں منسوب کرتے ہیں۔ وہ تو ان اوصاف سے پاک اور بلند ہے جو وہ اس کے لئے

بیان کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا نیست سے ہست کرنے والا، اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں اور وہ تو ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے" (۶: ۱۰۱-۱۰۲)

مشرکوں کا عقیدہ تو ان آیات سے واضح ہے۔ جب مسیحی یہ عقیدہ نہیں رکھتے تو پھر ان کا اعتراض بلا وجہ ہے۔ تاہم اگر مسیحؑ کو اللہ نے اپنے جوہر سے پیدا کیا تو پھر وہ ایک عورت کے رحم کا محتاج کیوں ہوا، اور اگر اللہ کے جوہر نے عورت کے رحم میں رہ کر انسان کا روپ اور صورت اختیار کر لی تو پھر اس بچے کو کسی مرد سے منسوب کیوں نہ کیا جائے جب کہ مسیح کی نوع اور جنس کی لاکھوں بچے شب و روز پیدا ہوتے ہیں خاص کر جب کہ مسیحؑ اپنی ذات اور صفات، نقائص اور کمزوریوں کے لحاظ سے دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں، اور ان کی خوبیاں بھی دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں۔ رہا حضرت مسیحؑ کا جوہر کی وجہ سے بیٹا ہونا تو اس پہلو سے بائبل میں نبیوں، ولیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان کو بھی خدا کے جوہر سے منسوب نہ کیا جائے۔

س۔ ۳۶۔ قرآن کے مطابق آنحضرتؐ کو غیب کا کچھ بھی علم نہ تھا اس لئے کہلوایا گیا کہ اعلان کر دیں کہ میں غیب کی باتیں نہیں جانتا ورنہ اپنے نفع نقصان کا بندوبست کر لیتا اور احادیث میں بھی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ دوسروں سے کیا معاملہ ہو گا اور خود میرے ساتھ

کیا معاملہ ہوگا پھر مسلمان کیوں انہیں عالم الغیب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو غیب کا علم بلکہ کلی علم حاصل ہے:

ج ۔ مسلمانوں کے عقیدے کی رو سے حقیقی عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام چیزوں کا خالق اور ان کی کنہ کا کامل علم رکھتا ہے ۔ اور یہی بات اناجیل سے ظاہر ہے ۔ چنانچہ مسیحؑ کو بھی اتنا ہی علم ہوتا تھا جتنا اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کرتا تھا ۔ چنانچہ انہیں بھوک لگی تو ایک ایسے انجیر کے درخت کے پاس گئے جس پر انہیں انجیر ہونے یا نہ ہونے کا علم نہ تھا ۔ چنانچہ انجیر نہ پاکر اسے بد دعا دے کر خشک کر دیا اور یہ حرکت بھی ان کے ایک بشر ہونے کی علامت ہے ۔ انہوں نے یہوداہ اسکریوطی کو جنت میں تخت کی بشارت دی مگر نہ جانتے تھے کہ وہ آپ کو گرفتار کرا دے گا، پھر آئندہ کی پیشگوئی کرتے ہوئے بھی اپنی لاعلمی کا الفاظ ذیل میں اظہار کیا:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی ۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا ۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ" (متی ۲۴:۳۴-۳۶)

پس ہر قسم کا ظاہر و پوشیدہ علم اللہ ہی کو ہے، لیکن وہ اپنے نبیوں اور دوسرے نیک بندوں کو ایسی باتوں کا علم دیتا ہے جو انسانی کاوش، تجربے اور اختیار سے باہر ہوتا ہے ۔ چنانچہ توریت، انجیل اور

قرآن کی آسمانی تعلیمات غیب ہی سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر ظاہر کیں۔ اس لحاظ سے یہ نبی علم غیب کے خزانوں کے وارث ہوئے، اور کہہ سکتے ہیں کہ جو باتیں دوسرے انسانوں کے لئے غیب ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے فرمایا ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون کہ نبی تم کو وہ بتاتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں وہ ان نبیوں کے لئے غیب نہیں۔ پھر ان نبیوں کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے جب وہ دعا کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے ان نیک بندوں کی عظمت کا اظہار کرنا یا انہیں خطرات سے محفوظ کرنا ہو تو ان پر آئندہ کی باتیں قبل از وقت ظاہر کر دیتا ہے اور آنحضرت صلعم کی زندگی میں کئی ایسے واقعات ہوئے جن کا آپ کو قبل از وقت علم دے دیا گیا اور اس وقت کے انکشافات نبیوں کو دوسرے لوگوں پر عظمت اور فضیلت دیتے ہیں البتہ ایسی روایات رد کرنے کے قابل ہیں۔ جو ظاہر کرتی ہیں کہ نبیوں کو اپنے انجام کا بھی علم نہ تھا۔ اس بات سے تو آسمانی کتابوں کے نیک بندوں سے وعدے بھی بے حقیقت ٹھہرتے ہیں۔ ویسے ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم کو ان تمام امور کا علم تھا جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔ اور آپ کے سوا کسی بشر کو وہ علم حاصل نہ تھا اور جس طرح بارش سے ہر وادی اپنی وسعت کے مطابق بہ نکلتی ہے۔ اس طرح صحابہ اور بعد کے لوگوں نے اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض پایا۔

س ۔ ۳ ۔ قرآن میں ہے کہ خدا نے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ مسلمانوں اور اپنے گناہوں کے لئے معافی مانگو اور تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے خود آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور بخشش چاہو بے شک میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں، پھر مسلمان آنحضرتؐ کو معصوم عن الگناہ کیوں کہتے ہیں؟

ج ۔ قرآن کی رُو سے انبیاء اللہ تعالیٰ کے صالح حق پرست اور بلند اخلاق تمام گناہوں سے پاک بندے ہوتے ہیں جو دوسروں کو بھی اپنی تعلیم اور اعلیٰ کردار سے نیک بناتے اور اللہ تعالیٰ سے ملاتے ہیں۔ سورۃ انبیاء میں ہے:

(اے رسول) اور کوئی رسول تجھ سے پہلے ہم نے نہیں بھیجا جس کی طرف وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، اس لیئے میری ہی عبادت کرو تاہم یہ کہتے ہیں کہ رحمان نے بیٹیا بنا لیا ہے اس کی ذات ایسے عیبوں سے پاک ہے رسول تو صرف اس کے مکرم (قابل احترام) اطاعت گزار بندے ہیں وہ نہیں بولتے جب تک اللہ نہ کہے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں اور وہ ان کے آگے اور پیچھے کی سب باتیں جانتا ہے، اور وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے وہ چاہتا ہے، اور وہ ہر وقت اللہ کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں"۔

بھلا جو اللہ کے فرماں بردار ہوں اور سوائے وحی کے کسی کی پیروی

نہ کریں اور حکم الٰہی کے بغیر کسی کی شفاعت بھی نہیں کرتے اور لوگوں کو بھی ایک ہی اللہ کی عبادت اور اطاعت کی تلقین کرتے ہیں وہ خود کیسے گنہگار ہو سکتے ہیں۔

قرآن کی رُو سے ذنب عام بشری کمزوریوں اور کوتاہیوں کا نام ہے دینی اصطلاح میں گناہ کے لئے جُناح، فسق، فجور، عصیان کے الفاظ ہیں۔ توبہ کے معنی لوٹ آنے کے ہیں۔ نبی گناہوں سے پاک و مبرا ہوتے ہیں۔ جب انسان غلطی، خطا اور نسیان کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کا احساس کر کے اللہ کی اطاعت اختیار (توبہ) کر لیتا ہے۔ تو اس کی غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں جیسا کہ کوئی غلط غذا کھاتا ہے تو علاج سے اس کی بیماری دور ہو جاتی ہے یا کوئی شخص بڑے کی نافرمانی کر کے معافی مانگتا (توبہ کر لیتا) ہے تو اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ یعنی وہ برائی سے نیکی کی طرف لوٹ آتا ہے اسی لحاظ سے اللہ کو بھی تواب (بہت زیادہ توبہ کرنے یعنی رحمت کے ساتھ لوٹنے والا) کہتے ہیں کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف رحمت کے ساتھ رجوع (توجہ) کرتا ہے مغفرت کے معنے ڈھانپنے کے ہیں۔ ڈھال کو بھی مغفر کہتے ہیں۔ مغفرت کے معنے ان گناہوں سے بچنے کے بھی ہیں جو انسان نے کئے نہیں بلکہ آئندہ کر سکتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ مغفرت کی دعا کرتے رہیں کہ اللہ انہیں آئندہ گناہوں اور شریعت کی خلاف

و رزی سے رد کے رکھے، قرآن فرماتا ہے:

"جو لوگ حق پر صبر اور نیک اعمال کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے" (سورۂ ہود)

سورہ انعام میں تمام نبیوں کا نام لے کر فرمایا کہ اللہ نے انہیں ہدایت بخشی، وہ نیکوکار تھے وہ سب صالح تھے، اور انہیں اہل عالم پر فضیلت دی اور اعلیٰ اخلاق عطا کئے"۔

جہاں تک آنحضرتؐ کی ذات کا تعلق ہے۔ قرآن آپ کو رحمتِ دو عالم ٹھہراتا ہے۔ آپ تمام بشری کمزوریوں سے بلند انک لعلیٰ خلق عظیم (اخلاق عالیہ) کے مصداق تھے آپ نے دنیا کو کتاب و حکمت کا درس دیا اور لاکھوں انسانوں کے دلوں کو ہر قسم کے عیوب سے دھو کر پاک کر دیا۔ آپ کو بشیر، نذیر، رؤف، رحیم، روشن آفتاب، ماہتاب بنا کر بھیجا گیا، آپ کی پیروی انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ آپ کا دین مکمل کیا گیا اور آپ کو خاتم الانبیاءؐ بنا کر قیامت تک کے لئے ہادی عالم بنایا گیا۔

آفتابش راز والے نیست، نیست ۔۔ دشمن اُو زاکالے نیست، نیست

س۔ ۳۸۔ قرآن میں پہلا حکم دو دو بیویوں کے رکھنے کا دوسرا تین تین رکھنے کا تیسرا چار چار رکھنے کا اور چوتھا اصلاحی ایک ہی بیوی رکھنے کا ہے پھر پانچواں حکم لاتعداد غیر منکوحہ لونڈیاں رکھنے کا کیوں دیا گیا؟

ج۔ قرآن میں ایک ہی شادی کا حکم ہے۔ چنانچہ آج بھی اکثر مسلمان ایک

شادی کرتے اور زندگی بسر کرتے ہیں۔ قرآن میں جہاں ایک سے زیادہ
شادیوں کی مشروط اجازت (حکم نہیں) دی گئی وہ یتیموں اور بیواؤں
کی حفاظت اور ان کے اموال کی نگرانی کے پیش نظر تھی، کیونکہ جنگوں
میں بہت سے مردوں کی شہادت کی وجہ سے بہت سی خواتین، بیوہ
اور ان کے بچے یتیم رہ گئے تھے تو بعض حالات میں ضروری ہو گیا کہ بیواؤں
اور یتیم بچیوں کی اپنے عزیزوں میں شادی کر دی جائے تاکہ بچیوں اور
اموال دونوں کی حفاظت ہو سکے، قرآن کو عقل سے کام لے کر پڑھیئے۔
قرآن میں حکم ایک ہی شادی کا ہے۔ "غیر منکوحہ لاتعداد لونڈیاں" رکھنے
کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں، قرآن نہ تو لونڈیاں بنانے کا حکم دیتا ہے۔
اور نہ انہیں بلا نکاح بیوی بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام سے
پہلے لونڈیاں عام ہوتی تھیں، ان کے احترام کے لئے اجازت دی
کہ انہیں معاشرے کا معزز رکن بنانے کے لئے ان سے شادی کر لی
جائے۔ تاکہ غلامی کی یہ شکل بھی ختم ہو جائے۔ البتہ کتاب مقدس میں
لونڈیاں بنانے اور آزاد عورتوں کو جبراً بیویاں بنانے کی اجازت
ہے جسے اسلام نے ختم کر دیا۔

س۔ ۳۹۔ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں فضیلت اور نبوت حضرت
اضحاق اور اس کی نسل میں رکھی لیکن اسماعیل کو نبوت عطا نہ کی اور اس
کی اولاد کو گمراہیوں میں دھکیل دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج۔ تاریخ اور صداقت کا اس سے بڑا ابطلان صرف پادریوں کا حصہ ہے؟

کتاب پیدائش کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے جو بشارتیں حضرت سارہ کو دیں وہی حضرت ہاجرہ کی اولاد کے حق میں بھی دیں، اب ذرا تاریخ پر نگاہ ڈالیئے اضحاق کی اولاد سب سے پہلے پانچ سو سال تک مصر میں غلام رہی۔ پھر چالیس سال تک دشتِ فاران میں بھٹکتی رہی۔ پھر متواتر نافرمانیوں کی پاداش میں بخت نصر کے ہاتھوں بابل اور فارس میں غلام و رسوا رہی۔ اس کے بعد رومیوں کی غلامی اختیار کی، پھر حضرت یوحنا اور مسیحؑ سے گستاخی کی بدولت دو ہزار سال سے آوارہ و خوار چلی آرہی ہے۔ اس کے برعکس اولاد اسماعیل جزیرہ نمائے عرب میں آزاد چلی آرہی ہے اور اس کا اکثر حصہ ہمیشہ ہی غیروں کی غلامی سے آزاد رہا ہے اور پھر آنحضرتؐ کی بعثت کے ساتھ ہی انہیں وہ عروج حاصل ہوا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس کے آثار سپین سے لے کر ہندوستان تک پھیلے ہوئے ہیں اور آج بھی مراکش سے لے کر عراق تک اولاد اسماعیل آزاد اور دنیا بھر کی نعمتوں سے مالامال ہے۔

رہا نبوت کا معاملہ تو نبی تو آتے ہی اُس وقت اور اس قوم میں ہیں جو حق کی دشمن اور نیکی کی مخالف ہو، اللہ تعالیٰ یہودیوں کی بدبختی کی وجہ سے ان پر رحم کھا کر نبی بھیجتا رہا اور یہ اسرائیلی ہمیشہ نافرمانی کر کے لعنت کا شکار ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یوحنا کو قتل اور حضرت مسیح کو مصلوب کر کے ہمیشہ کی لعنت خریدلی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نبی بھیجنے بند کر دیئے۔

اس کے برعکس اسماعیلؑ کی اولاد نافرمانی سے بچی رہی، اور جب آخر میں یہودیوں مسیحیوں اور مجوسیوں کے زیر اثر ان کے عقائد بگڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم نبیؐ بھیجا جس نے قلیل مدت میں ان کی اصلاح کر دی اور تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود وہ توحید، کتاب اللہ، اور اسلام کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اب پادری ہی بتائیں کہ اللہ کی نظر میں فضیلت کسے حاصل رہی ہے اولاد اسماعیلؑ کو یا اولاد اسحاقؑ کو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

س ۔۴۰۔ قرآن میں آنحضرتؐ کا کوئی مکمل نسب نامہ نہیں لکھا ہے اور احادیث میں اسماعیلؑ سے عدنان تک ۴۰ پشتیں عدنان سے نضر تک ۱۰ پشتیں، نضر سے عبد مناف تک کئی پشتیں نامعلوم ہیں پھر مسلمان کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت اسماعیلؑ ہی کی اولاد ہیں؟

ج ۔ آنحضرتؐ کا خاندان تاریخ میں اس قدر مشہور ہے کہ ان کی پشتوں کے گننے کی ضرورت ہی نہیں۔ پادری اولاد آدم ہیں کیا یہ ثابت کرنے کے ضروری ہے کہ پادری صاحب کا نسب نامہ آدم تک بیان کیا جائے۔ آنحضرتؐ کا نسب نامہ احادیث میں نہیں کتب انساب اور تاریخ میں ہے، عرب ماہر نساب تھے، کسی نساب نے یہ نہیں کہا کہ آنحضرتؐ آل اسماعیل نہ تھے زیادہ سے زیادہ اختلاف کسی بزرگ کے نام میں ہو سکتا ہے جو چنداں اہمیت نہیں رکھتا اور خود قرآن نے ابراہیمؑ کو قریش اور آنحضرتؐ کا باپ کہا ہے۔

البتہ صحیح نسب نامے کی حضرت مسیحؑ کو ضرورت تھی۔ اس لئے کہ انہیں ابن داؤدؑ ثابت کرنے کی ضرورت تھی۔ مگر بدقسمتی سے جو دو نسب نامے لوقا اور متی میں ملتے ہیں ان میں چودہ کے قریب پشتوں کا فرق ہے اور چونکہ نسب ناموں کی رُو سے آپ یوسف نجار کے صلبی بیٹے نہ تھے اس لئے وہ اسرائیل، داؤدؑ یا ابراہیمؑ کی نسل سے نہ تھے۔ مسلمانوں کی فکر نہ کیجئے اپنے خداوند کو بچائیے۔ جس کا باپ نہیں اس کا نسب نامہ کہاں سے آگیا۔ یہ تو بہت بڑی تہمت ہے۔

س۔ ۴۱: قرآن کے مطابق آنحضرتؐ غیب کا علم نہ رکھتے تھے اور دوسروں کے متعلق نہ جانتے تھے۔ لیکن حضرت مسیحؑ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ لوگوں کے گھروں میں کھائے گئے کھانوں کو جانتے تھے کیا اس میں مسیحؑ کی فضیلت نہیں؟

ج۔ علم غیب سے متعلق ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔ عالم الغیب صرف ذاتِ الٰہی ہے پھر جسے وہ جس قدر علم دے۔ کھانوں کے جاننے کے اس مفہوم میں حضرت مسیحؑ کی ہتک ہے۔ پادری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح چونکہ غریب تھے اس لئے لوگوں کے گھروں سے کھانوں کی خوشبو سونگھتے یا پوچھتے رہتے تھے اور دوسروں کو بتا کر اپنا علم غیب ظاہر کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن نے ایک بڑی حکیمانہ بات بتائی ہے۔ قرآن کے الفاظ ہیں: فَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ "اور میں تمہیں خبردار کروں گا کہ تم کیا کھاؤ اور گھروں میں کیا ذخیرہ کرو۔" اس آیت میں یہودیوں

کو کھانے اور ذخیرہ اندوزی کرنا سے آگاہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ دولت کے پجاری اور لالچی تھے دولت ذخیرہ اور جمع کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے دور بھاگتے تھے۔ حضرت مسیحؑ کے اس ارشاد کی انجیل میں بھی وضاحت ملتی ہے:

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے ہیں اور چراتے ہیں کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا" (متی ۶ : ۱۹-۲۱) (لوقا ۱۲: ۳۴)

یہی مفہوم حضرت مسیح کی نبوت اور عظمت کا عکاس ہے اور اسی مقصد کے لئے نبی آتے ہیں کہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں۔

س - ۴۲ - قرآن کے مطابق آنحضرتؐ کو کسی معجزہ کا اختیار حاصل نہ تھا کفار کہتے تھے کہ اگر ایک بھی آسمانی نشان اور معجزہ دکھادیں۔ تو آپؐ پر وہ ایمان لے آئیں گے۔ لیکن کہہ دیا گیا کہ میں کسی نشان اور معجزے کا اختیار نہیں رکھتا ہوں پھر بھی احادیث میں بہت سے معجزوں کا ذکر ملتا ہے۔ کیا ان احادیث کو مسلمانوں کی من گھڑت کہانیاں کہنا درست نہ ہوگا؟

ج - کوئی بھی نبی اپنے اختیار سے اور ہر وقت معجزے نہ دکھاتا تھا نہ دکھا سکتا تھا۔ (سورۃ رعد اور المومن)

۲- ہر نبی نے اپنے زمانے میں حکم الٰہی سے مختلف معجزے دکھائے۔ کیونکہ ہر زمانے کے تقاضے مختلف تھے جیسا کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے معجزات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

۳۔ نبی اللہ کی تعلیم دینے آتے تھے۔ معجزے دکھانا ان کا مشن نہیں ہوتا تھا۔

۴۔ موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کے ماننے والے معجزے دیکھ کر ایمان نہیں لائے تھے، ایمان لانے والے تو انبیاء کی اعلیٰ تعلیم کو جان کر معجزہ دیکھے بغیر ہی ایمان لائے۔ خود حضرت مسیحؑ نے معجزہ دیکھنے والوں کی سنگ دلی کو دیکھ کر معجزہ دکھانے سے انکار کر دیا اور انہیں احساس دلایا تھا کہ وہ کثرت سے معجزے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔

(یوحنا ۱۲ : ۳۷)

یہ صحیح نہیں کہ آنحضرتؐ نے معجزے نہیں دکھائے، آپ نے نشانات دکھائے لیکن پہلی قوموں کی طرح آپؐ کے دشمن بھی جھٹلاتے رہے۔ سورہ القمر: ۲ میں ہے "کافر جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو زبردست جادو ہے" سورہ یاسین: ۴۶) میں ہے "ان کافروں کے پاس ان کے رب کے نشانات سے کوئی نشان نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے روگردانی کرتے ہیں" سورہ صافات: ۱۴ میں ہے "کافر جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو تمسخر سے کام لیتے ہیں"۔ ویسے جن نبیوں کے متعلق پادری کہتے ہیں کہ انہوں نے معجزے دکھائے وہ تو دنیا میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے لیکن جس مقدس ہستیؐ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کوئی معجزہ نہ دکھایا وہ دنیا میں کامیاب ہوئے اور ان کی زندگی کا ہر پہلو ایک معجزے سے کم نہیں۔

آنحضرتؐ کے معجزات اور نشانات مثلاً شق قمر، معراج شریف،

قرآن اور اس کی ہر سورۃ کا بے مثل ہونا، غلبہ اسلام، خدا کی بادشاہت کا قیام جنگوں کا بشارات کے مطابق پورا ہونا فتح بدر، عہد نامہ حدیبیہ، فتح مکہ اور لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا وغیرہ سب قرآن کے مطابق پورے ہوئے پھر احادیث میں آپ کے جو معجزات موجود ہیں وہ قرآن کے علاوہ ہیں۔ اور ان روایات سے زیادہ قابل اعتماد ہیں جو چاروں اناجیل میں ہیں، کیونکہ چاروں انجیلوں میں جو تعلیمات اور واقعات ہیں۔ وہ آپس میں نہیں ملتے اور اگر کسی کتاب کا ایک بھی واقعہ غلط ہو تو اس کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ ویسے بھی موجودہ چاروں اناجیل چار ایسے لوگوں کی وضع کردہ ہیں جن کے حالاتِ زندگی تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔ ان کو احادیث سے کیا نسبت؟

س-۴۳- آج بھی مسلمان مؤذن اور حفاظ آذان کے کلمات اور تلاوت میں آیاتِ قرآنی بھول جاتے ہیں؟ حالانکہ ہر وقت انہیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں آنحضرتؐ کے انتقال کے اڑھائی سو سال بعد احادیث بیان کرنے والوں پر اعتماد نہ کرنے والوں کو کیوں سچا نہ سمجھا جائے۔

ج- ایسے حالات میں اعتماد نہ کرنے والے پرلے درجے کے احمق ہی ہوں گے اگر کوئی مؤذن یا قاری کوئی کلمہ بھول جائے تو کیا دنیا جہاں کے تمام مؤذن اور قاری بھی بھول جائیں گے۔ پھر کیا وہ بھولنے والے زندگی بھر بھولے رہیں گے یہ بھولنا تو عارضی اور وقتی ہوتا ہے۔ اگر اسے بھولنے کا احساس ہو گا تو خود ہی درست کر لے گا ورنہ دوسرے

لوگ ان کی اصلاح کر دیں گے اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ رہا حدیثوں کا دو سو سال کے بعد جمع ہونا تو یہ خیال لاعلمی پر مبنی ہے اول تو احادیث میں عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ حلال اور حرام کے مسائل ہیں اور یہ یا د رکھنے والی باتیں ان کا تعلق روزمرہ کے عمل سے ہیں، لاکھوں مسلمان آنحضرتؐ کی پیروی میں یہ اعمال شب و روز بجا لاتے تھے محدثین نے صرف یہ کیا کہ ان اعمال کو لکھ لیا کہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ یوں عمل کرتے تھے۔ اس لئے دو سو سال بعد لکھنے کا اعتراض فضول ہے پھر آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ اور بعض دیگر صحابہ آنحضرتؐ کی احادیث لکھ لیا کرتے تھے، پھر جو وفد آنحضرتؐ کے پاس آتے تھے۔ ان کو بعض احکام لکھ دیئے جاتے تھے یا ان کی طرف احکام لکھ کر بھیجے جاتے تھے، اس کے علاوہ آنحضرتؐ اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں مقدمات پیش ہو کر ان کے فیصلے ہوتے رہتے تھے اور چونکہ یہ عمل مسلسل ملک بھر میں جاری رہتا تھا اس لئے یہ احکام فراموش نہ ہوتے اور آنحضرتؐ اور آپ کے خلفاء کے فیصلے نظیر بن کر قائم رہتے تھے۔ جنہیں فقہاء اور محدثین نے ضخیم کتابوں میں جمع کر دیا۔ اور ان فیصلوں کی صحت سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ ان حالات میں حدیثوں کو بے اعتبار ٹھہرانا نادانی اور تاریخ سے ناواقفیت ہے۔ البتہ اس لحاظ سے اناجیل کی صحت مخدوش ہے۔ اسی لئے تین چار سو سال بعد چار انجیلوں کو

چھوڑ کر ایک سو سے زیادہ انجیلیں تلف کی گئیں اور ان چار انجیلوں میں اختلاف کی وجہ سے ان کا قابل اعتماد ہونا بھی محل نظر ہے۔

س-۴۴- قرآن کی پرانی عربی اور محاورے متروک ہو چکے ہیں اب کیسے سمجھا جائے کہ اس کا چیلنج ایک سورہ بنا لانے کا قابل عمل ہے؟

ج - قرآن کی عربی کبھی پرانی ہوئی نہ ہو گی اور اس کے محاورے متروک ہوئے نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ یہی عربی بنیادی طور پر بولی اور لکھی جاتی ہے۔ عربی میں نئے الفاظ اور محاورات کا اضافہ زبان کے حسن میں اضافہ کرتا ہے اور اس کی بنیاد پہلے الفاظ و محاورات پر ہی ہوتی ہے، ویسے بھی علمی زبان ہمیشہ ہی روزمرہ کی زبان سے فصیح و بلیغ اور پائیدار ہوتی ہے۔ البتہ جو زبانیں مر چکی ہیں، جیسے عبرانی، ارامی، سنسکرت وغیرہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔ تاہم اگر قرآن کی عربی متروک ہو چکی ہے اور اس کی جگہ بہتر زبان لے چکی ہے تو پادریوں کے لئے قیمتی موقع ہے کہ وہ جدید فصیح تر عربی میں کوئی سورت بنا کر قرآن کا چیلنج باطل کر دیں، ؎ مگر

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

س - ۴۵- قرآن کے مطابق آنحضرتؐ کو معجزات کا اختیار نہ تھا اور نہ کسی معجزہ کے دیئے جانے کا ذکر ملتا ہے لیکن مسیح بموجب قرآن مُردہ تک زندہ کرتے تھے کیا اس سبب سے مسیح کو آنحضرتؐ پر فضیلت حاصل ہے؟

ج- معجزات پر س - ۲۴ کے جواب میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ قرآن

کی رُو سے جسمانی مردے واپس نہیں آتے، نبی روحانی مردوں کو زندہ کرتے ہیں چنانچہ آنحضرتؐ کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی جب وہ تم کو بلائے اس کے لئے جو تم کو زندہ کرے" (الانفال : ۲۴) پس قرآن کی رو سے آنحضرتؐ نے ہزاروں روحانی مردے زندہ کئے۔ انہی معنوں میں مسیحؑ نے بھی اُحی الموتیٰ کیا، اگر مسیحؑ میں جسمانی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت ہوتی تو نہ ان کے "باپ" یوسف نجار مرتے، نہ زکریا، نہ ان کی بیوی الیشبع، نہ یوحنا فوت ہوتے اور نہ خود جناب اپنی رات بھر کی دعاؤں کے بعد صلیب پر لعنتی موت مرتے اور آپؑ کا قول "مردوں کو اپنے مردے دفن کرنے دو" میں بھی دفن کرنے والے روحانی مردے ہی ہیں۔ یہاں بھی آنحضرتؐ کو ہی فضیلت ہے کیونکہ آپ کے زندہ کئے ہوئے دنیا پر غالب آ گئے مگر مسیحؑ کے زندہ کردہ 'مردے' ہی رہے۔

س ۔ ۶۴ ۔ قرآن میں کوئی حکم نہیں تھا لیکن حضرت عمرؓ نے نجران کے مسیحیوں پر فتح حاصل کر کے انہیں ذمی ٹھہرایا تھا۔ کیا حضرت عمرؓ کو قرآنی احکام میں اضافہ کرنے والا سمجھنا درست نہ ہو گا؟

ج ۔ نجران کے مسیحیوں کا تو آنحضرتؐ کے ساتھ سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ ان میں سے اکثر بعد میں مسلمان بن ہو گئے تھے، ذمّی ہونا کوئی گالی نہیں۔ ذمی کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ مسلمان حکومت کے ماتحت ہوں اُن کی جان مال اور مذہب کی حفاظت

کی ذمہ دار مسلمان حکومت ہوگی، تاریخ سے اتنا ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نجران کے مسیحیوں نے نقل مکانی کر کے شام کے علاقے میں جانا چاہا تو آپ نے انہیں اجازت دے دی، اس کے سوا حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

س-۷۴۔ یہودی اور عیسائی ایک خدا کو ماننے والے، خدا کے فرشتوں، خدا کی کتابوں، خدا کے نبیوں اور روز قیامت (آخرت) پر ایمان رکھنے پر ایمان رکھنے والے تھے ان پر چڑھائی کرنا اور جہاد کرنا کہاں تک درست اقدام تھا؟

ج- اگر یہودی اور عیسائی ایک خدا، فرشتوں، کتابوں، نبیوں، اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے، تو مسلمان بھی یہی ایمان رکھتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے کس بنا پر ان سے دشمنی کرتے ہیں۔

۲- ویسے یہودی نہ سب نبیوں نہ سب کتابوں پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے نہ صرف حضرت یحییٰ (یوحنا) اور حضرت مسیحؑ کا انکار کیا اور ان کی تعلیمات (کتابوں) کا منہ چڑایا بلکہ ان کو دکھ دیئے اور جان کے دشمن ہو گئے۔

۳- مسلمانوں نے یہود کے خلاف جہاد نہیں کیا تھا بلکہ یہودیوں نے عہد نامہ توڑ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر، جنگ احد اور غزوہ احزاب میں دشمنوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کی زندگیاں خطرے میں ڈال دیں، لیکن مسلمانوں نے پھر بھی ان سے اچھا سلوک کیا اور وہ صدیوں تک

اسلامی سلطنت میں امن سے زندگی بسر کرتے رہے اور ان علاقوں میں کاروبار کرتے رہے جہاں وہ عیسائی رومن حکومت کے دور میں قدم تک نہ رکھ سکتے تھے۔

۴۔ گو عیسائیوں نے اس بات کی قدر نہ کی کہ مسلمان یہودیوں کے برعکس حضرت مسیحؑ اور ان کی کتاب کو سچا سمجھتے تھے، تاہم مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی زندگی میں کسی مسیحی حکومت کے خلاف جہاد نہیں کیا، البتہ آنحضرتؐ کو جب معلوم ہوا کہ رومی حکومت مدینہ پر حملہ کرنے کو ہے تو آپ نے مدافعت کے لئے تبوک کا رُخ کیا اور جب وہاں حالات کو حسب حال پایا تو جنگ کئے بغیر لوٹ آئے۔ نجران پر بھی لشکر کشی نہیں کی گئی تھی، انہیں صرف باہمی تعاون کے لئے کہا گیا۔ انہیں ہر قسم کی آزادی کی ضمانت دی گئی اور ان معاہدوں کی غرض ملک سے فتنہ و فساد کا خاتمہ تھا۔ جہاد تو درکنار، آنحضرتؐ نے عیسائی حکمرانوں کو جو خطوط لکھے ان میں انہیں توحید پر یکجا ہونے کی دعوت دی۔ جسے اچھی نظر سے دیکھا گیا اور بعض ایمان بھی لے آئے۔ ہم پادریوں سے پوچھتے ہیں کہ آج پاکستان کے مسیحی کس بناء پر اسلام کی دعوت سے دُور ہیں جب کہ اسلام حضرت مسیحؑ کو ترک کرنے کے لئے نہیں کہتا بلکہ یہود کے برعکس مسیحؑ پر ایمان ضروری ٹھہراتا ہے اور مسیحی ہیں کہ مسیحؑ کے مصدقوں کے خلاف ان کے مکذبوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

س-۸۴۔ اسلام میں بموجب لا اکراہ فی الدین زبردستی جائز نہیں تو

بھی روزہ نہ رکھنے والوں کو اور ہوٹلوں میں کھانا کھانے والوں کو کوڑے لگائے جاتے اور جرمانے کئے جاتے ہیں۔"

ج۔ جواب پہلے آچکا ہے۔ کیا انجیل کے احکام توڑنے پر کسی مسیحی کو سزا نہیں دی جاتی؟ کیا زانی، چور، ڈاکو کو محض مسیحی کہلانے کی بناء پر چھوڑ دیا جائے گا۔

س۔۹۴۔ مسیحیوں میں قسم کھانا اور بد دعا اور لعنت کرنا ممنوع ہے۔ تو بھی قرآن سے نجران کے مسیحیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور مسلمان بھی مباہلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ ان کی مسیحی عقائد اور انجیلی احکام سے ناواقفی کی دلیل ہے، اسے مسیحیوں کی شکست اور ان کے عقائد کا غلط ہونا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

ج۔ مسیحیوں کا یہ کہنا کہ قسم کھانا، بد دعا اور لعنت کرنا ان کے ممنوع ہے، یا تو جہالت پر اور یا بد دیانتی پر مبنی ہے۔ اب کتاب مقدس کی گواہی لیجیے:۔

ا۔ قسم کھانا:

و۔ خدا کا قسم کھانا۔ "تو اپنے بندوں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو یاد کر جن سے تو نے اپنی ہی قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ میں تمہاری نسل کو آسمان کے تاروں کی مانند بڑھاؤں گا"۔ (خروج ۳۲: ۱۳)

ب۔ قسم نہ کھانا گناہ۔ "اگر کوئی اس طرح خطا کرے کہ وہ

گواہ ہو اور اُسے قسم دی جائے کہ آیا اس نے کچھ دیکھا یا اُسے کچھ معلوم ہے اور وہ نہ بتائے تو اس کا گناہ اُسی کے سر لگے گا" (احبار ۵ : ۱)

قسم کا حکم۔ "تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا، اس کی بندگی کرنا اور اس سے لپٹے رہنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا" (استثنار ۱۰ : ۲۰)

۲- بد دعا کرنا: انجیل کی رُو سے حضرت مسیح نے انجیر کے درخت کو بد دعا دی کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور وہ ہمیشہ کے لئے خشک ہو گیا" (متی ۲۱ : ۱۹، مرقس ۱۱ : ۱۴)

۳- لعنت کرنا: استثنار کے باب ۲۷ میں بارہ لعنتیں کی گئی ہیں اور دوسروں کو آمین کی تلقین کی گئی ہے اور لعنت کی تعلیم تو غالباً حضرت مسیح نے بھی دی تھی تب ہی تو انجیل میں ہے کہ جب پطرس اعظم پر کسی نے شک کیا کہ وہ بھی مسیحؑ کا ساتھی ہے تو وہ "لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو جس کا تم ذکر کرتے ہو نہیں جانتا" (مرقس ۱۴ : ۷۱)

پادری صاحبان! اب بھی حقیقت کو تسلیم نہیں کریں گے، کیونکہ ان کے اصلی مرشد پالوس کی یہی روش رہی ہے کہ مقصد کے لئے ہر حیلے سے کام لو۔ پس جب آنحضرتؐ نے نجران کے سرداروں کو مباہلہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ چاہنے کو فرمایا تو انہوں نے یہ عذر نہ کیا کہ ہمارے ہاں مباہلہ جائز نہیں کیونکہ وہ نہ تو کتاب مقدس سے جاہل تھے اور نہ ہی

بد دیانت تھے۔ اس لئے انہوں نے اللہ کا فیصلہ طلب کرنے کی بجائے صلح اور اطاعت کو پسند کیا۔ ویسے مباہلہ مخالف کے حق میں بد دعا کو نہیں کہتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریقین میں سے سچے کے حق اور جھوٹے کے خلاف فیصلہ چاہتا ہے۔ کہ الٰہی دونوں میں سے جو سچا ہے اس کی مدد فرما اور جو جھوٹا ہے اسے سزا دے۔ اب اگر پادری سچے ہیں تو انہیں خدائی فیصلے پر کیا اعتراض ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خدا کے فیصلے سے ڈرتے ہوں،

س۔ ۵۰۔ مسلمان جو مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں۔ عیسائی اپنے عقیدے کے سبب اس کے پابند نہیں مگر مسلمان خود اس کے پابند ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں اگر مباہلہ کی دعوت دینے والا مسلمان مر جائے اور ایک بھی اس غلط عقیدہ پر قائم اور ماننے والا مسیحی اگر زندہ پایا جائے گا تو مباہلہ کی دعوت دینے والا اور اس کا مذہب جھوٹا کیوں نہ سمجھا جائے۔

ج۔ مباہلہ کی صورت قرآن نے یہ پیش کی ہے "(مخالف سے) کہہ" آؤ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی اور تمہاری عورتوں کو، اپنے مردوں کو اور تمہارے مردوں کو بلاتے ہیں۔ پھر دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کرتے ہیں"۔ (آل عمران)

مباہلہ کی یہی صورت ہے۔ اگر فریقین اسے تسلیم کر لیں تو مباہلہ ہوگا۔ ورنہ نہیں، اور اسی صورت میں دعائے مباہلہ ہوگی۔ ورنہ موت تو ہر ایک کو آتی ہے۔ اس سے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے پادری صاحب

کو زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔

س۔۵۱۔ مسلمان کہتے ہیں کہ جو کتابیں آنحضرتؐ سے پہلے نبیوں پر نازل کی گئی تھیں وہ لکھی لکھائی نازل کی گئی تھیں۔ یہ خیال قرآن میں کہاں ظاہر کیا گیا ہے؟ نیز بتلائیں کیا تب آسمان پر کوئی کاغذ کا کارخانہ اور پریس (چھاپہ خانہ) موجود تھا۔

ج۔ قرآن اور حدیث میں کہیں ذکر نہیں کہ پہلے نبیوں پر لکھی ہوئی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ آنحضرتؐ پر قرآن نازل ہوا تو وہ بھی (نزل علیٰ قلبک کی رو سے) جبریل کی معرفت آنحضرتؐ کے قلب پر نازل کیا گیا۔ اس لئے چھاپہ خانہ کی ضرورت نہ پڑی البتہ بائبل کی رو سے آسمان پر سنگ تراشی اور کتبہ نویسی کی فیکٹری ضرور تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ پر جو احکام نازل ہوئے وہ پتھر کی دو تختیوں پر لکھے ہوئے تھے۔ کچھ سمجھے؟

س۔۵۲۔ حضرت موسیٰ اور یشوع اور داؤد نے جو جنگیں لڑی تھیں اور جن سے قتال کیا ان کے لئے خدا ہی کے لئے قتال کیا تھا لیکن آنحضرتؐ نے جو جنگیں لڑیں تو وہ اپنے دشمنوں ہی سے لڑی تھیں اور اپنے ذاتی دشمنوں کو مروایا تھا۔ اس لئے اسلامی جہاد و قتال اور ہلاک کروانے والے کے افعال کی مثالیں موسیٰ یشوع اور داؤد سے دینا کہاں تک درست ہے۔

ج۔ کیا کہا؟ کیا موسیٰ، یشوع اور داؤد نے خدا کے لئے جنگیں لڑی تھیں؟

خدا کے لئے تو جنگ یہ ہوتی ہے کہ نبی اللہ کا پیغام دنیا کو سنائے اور دشمن اس کے مشن کو مٹانے اور اہنیں ختم کرنے کے لئے چڑھائی کردے اور نبی مقابلے میں تلوار اٹھانے کے لئے مجبور ہو جائے۔ مگر بائبل کی رو سے موسیٰ اور یشوع کی جنگیں بالکل بلا وجہ اور ظالمانہ تھیں، بنی اسرائیل کا فلسطین پر کوئی حق نہ تھا ان کے جدامجد ابراہام عراق کے رہنے والے تھے وہ وطن چھوڑ کر کنعان گئے۔ ان کے پوتے یعقوب ستر مردوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ روٹی کے لئے مصر چلے گئے اور وہاں سے پانچ سو سال کی غلامی کے بعد جان بچا کر نکلے اور موسیٰ اور یشوع کی قیادت میں فلسطینی قبائل کے علاقوں پر قبضے کے لئے حملے شروع کر دیئے، ان کے مردوں کو قتل کیا، شادی شدہ نہتی عورتوں کو تہ تیغ کیا، کنواری لڑکیوں کو زبردستی گھروں میں ڈال لیا، بچوں کو ہلاک کیا، بستیوں کو جلا ڈالا اور مویشیوں تک کو ہلاک کیا۔ کیا اس کا نام خدا کے لئے قتال ہے۔ اگر یہ اللہ کی خاطر لڑائی ہے تو شیطان اور باطل کے لئے لڑائی کیا ہوتی ہے۔ (گنتی ب ۳۱، استثنا باب ۲، ۱۔ سیموئیل ب ۱۵، قضاۃ ب ۲۱)

دراصل تاریخ انسانی کا نہایت ظالمانہ واقعہ موسیٰ اور یشوع کی جنگیں تھیں۔ اور داؤد کا کردار تو اور بھی گھناؤنا تھا۔ اب آنحضرتؐ کی سیرت لیجیئے آپؐ نے اسلام کا اعلان کیا تو پہلے تو آپ کے ایک سو کے قریب مرد و عورت پیروکاروں کو جان بچا کر حبش میں پناہ لینی پڑی پھر آپ سب کچھ چھوڑ کر دین کی خاطر مدینہ ہجرت کر گئے۔ جب وہاں بھی آپ کو چین سے نہ بیٹھنے

دیا گیا اور دشمن ایک ہزار مسلح بہادروں کے ساتھ حملہ آور ہوا تو آپ کو ان الفاظ میں مقابلہ کی اجازت دی گئی:

"ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے جن سے جنگ کی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے، اور وہ صرف اس بات پر گھروں سے نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے نہ ہٹاتا تو یقیناً راہبوں کی عبادت گاہیں، گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں" (سورہ حج)

"پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان پر اتنی زیادتی کرو جتنی انہوں نے کی، اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (البقرہ)

یہ ہے حق و صداقت اور اللہ کی خاطر ظالموں سے جہاد جس کا اللہ حکم دیتا ہے۔ اس میں نہ بچوں، بوڑھوں عورتوں اور راہبوں اور خانقاہ نشینوں کے قتل کی اجازت ہے نہ عبادت گاہوں اور مکانوں کو گرانے اور جلانے کی اجازت، نہ فصلوں کی بربادی اور گھر میں بیٹھ رہنے والوں پر ظلم کی رخصت ہے۔ آنحضرتؐ کی تمام جنگوں میں مرنے والوں کی تعداد چار سو سے کم تھی جب کہ موسٰی اور یشوع کے عہد میں بلا وجہ لاکھوں مرد، عورتیں بچے قتل اور غلام بنائے گئے۔ مویشی ہلاک کئے گئے اور شہروں کو نذر آتش کیا گیا۔ کچھ تو سوچ کر اعتراض کیجیے اور آنحضرتؐ جب آٹھ سال کے حملوں کے بعد دشمنی پر غالب آئے تو دشمن کو بالکل معاف

کر دیا۔ اور دعوتوں کے ذریعے عرب کو متحد کر دیا۔

س۔۵۳۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی سنت پر چلتے ہیں لیکن آنحضرتؐ کا نہ تو ختنہ ہوا تھا۔ نہ آپ نے خود ختنہ کروایا تھا۔ پھر خلاف سنت مسلمان اپنا اور اپنے بچوں کا ختنہ کیوں کرواتے ہیں؟

ج۔ جواب پہلے آچکا ہے۔ عربوں اور بالخصوص قریش میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے ختنہ چلا آرہا تھا اس لئے آنحضرتؐ کا بچپن ہی میں حسبِ دستور ختنہ ہوا تھا پس آپؐ کی سنت کی پیروی میں مسلمان بچوں کا ختنہ کیا جاتا ہے پادری صاحب بتائیں کہ جب مسیحؑ کا ختنہ ہوا تھا تو مسیحی اپنے خداوند کی سنت ترک کر کے اور عہدِ ابراہیمی کو توڑ کر کتاب مقدس کی رُو سے کافر اور لعنتی کیوں بنتے ہیں؟

س۔۵۴۔ قرآن توریت کو خدا کی سچی کتاب اور اس کے احکام کو قابلِ اطاعت اور واجب العمل بتلاتا ہے لیکن مسلمان توریت میں لکھے حرام جانوروں اونٹ، خرگوش اور سافان کو کھاتے ہیں اور صلح حدیبیہ کے مقام پر اونٹوں کو ذبح کیا تھا یہ قرآن کی تکذیب اور نافرمانی کیوں نہیں؟

ج۔ موجودہ توریت تو موسیٰؑ سے بھی کم از کم ہزار سال بعد لکھی گئی۔ اور موسیٰؑ کے بعد یہودیوں نے شریعت کو جس قدر بگاڑا تھا اس کو احکام خداوندی لکھ دیا گیا۔ یہودیوں کی خرابیوں کی مذمت تو یوحنا اور مسیحؑ نے بھی کی تھی۔ پھر موسیٰؑ نے توریت حضرت ابراہیمؑ سے کوئی چھ سو سال بعد پیش کی، اس میں ابراہیمؑ کی سنت موجود نہ تھی۔ مسلمان موسوی شریعت کے پابند نہیں قرآن کی شریعت کے پابند ہیں۔ مسلمان تو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے ہی سے اونٹ وغیرہ کو حلال سمجھتے آئے ہیں یہ تو موسیٰؑ تھے جنہوں نے اونٹ وغیرہ کو حرام ٹھہرا کر ابراہیمؑ کی مخالفت کی تھی اور پھر حضرت مسیحؑ کی امت نے شریعت کو لعنتی قرار دے کر ہر حرام چیز کو حلال ٹھہرایا۔ چنانچہ مسیحی ملکوں میں آج زنا، شراب، جوا، کثرتِ طلاق، اغلام بازی وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں اور یہ باتیں مذہبی رہنماؤں کی اجازت سے جائز ہیں۔

س:۔ ۵۵ ۔ کیا قرآن میں اس لئے سؤر کو حرام قرار نہیں دیا گیا کہ عرب میں سؤر نظر تک نہیں آتا ہے؟

ج۔ عرب میں آج سؤر اس لئے نظر نہیں آتا ہے کہ مسلمان ممالک میں سؤر کا گوشت حرام ہے؟ اور یہ جانور کافر قوموں میں بھی کھانے کے سوا دوسرے کسی کام نہیں آتا۔ ویسے سؤر ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور مسیحؑ کی شریعت میں بھی حرام چلا آیا ہے۔ یہودی آج بھی اسے حرام سمجھتے ہیں مسیحؑ

نے سؤر کو حرام جان کر ہی بد روحوں کو خنزیروں میں ڈال کر انہیں غرق کر دیا تھا غالباً سؤر خوری کی وجہ سے مغربی اقوام سب سے زیادہ بے حیا، شرابی اور شریعت کے احکام توڑنے والی ہیں۔ ویسے اس زمانے میں مسیحی اور دیگر مشرک اور مجوسی سؤر کھاتے تھے تب ہی تو اس کے بُرے اثرات کی وجہ سے حرام ٹھہرایا گیا۔ جس چیز کا وجود ہی نہ ہو اس کا حرام ٹھہرانا کیا معنی رکھتا ہے۔

س-۵۶- قرآن میں اہل انجیل کو انجیل کی پیروی کرنے کو کہا گیا ہے اب اگر مسیحی انجیل کی پیروی کرتے ہیں تو کیا وہ نجات یافتہ ہونگے؟

ج- انجیل ہے ہی کہاں کہ اس کی پیروی کرنے سے نجات ملے۔ پھر پادریوں کے نزدیک انجیل کے احکام لعنتی قرار پاکر ختم ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اہل انجیل کو جب گمراہ پایا تو انہیں مشورہ دیا کہ جب تم انجیل کو آسمانی کتاب مانتے ہو تو پھر روزمرہ کی زندگی میں اس کی پیروی کیوں نہیں کرتے اور حضرت مسیح کے ارشادات کی پیروی میں شریعت کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو۔ آج بھی مسیحیوں کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی اطاعت کریں، جس طرح یہودی توریت اور پہلے نبیوں کو ماننے کے باوجود حضرت مسیحؑ کا انکار کر کے جہنمی بنے اسی طرح مسیحی بھی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا انکار کر کے نجات سے محروم رہیں گے۔ کیونکہ جس نے کسی نبی اللہ

کا انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہو گیا۔

س ۔ ۵۷ ۔ قرآن میں توریت کو نور اور ہدایت تبلایا گیا ہے تو کیا اس پر عمل پیرا لوگ سیدھی راہ پر ہیں؟

ج ۔ قرآن نے جس توریت کو نور ٹھہرایا تھا وہ ہے کہاں؟ اگر موجودہ توریت مراد ہے تو پھر حضرت مسیحؑ نے اس "نور ہدایت" کے احکام کو کیوں بدلا سبت کے احکام کو کیوں توڑا، طلاق کے قانون میں کیوں تبدیلی کی؟ پالوس نے شریعت کو لعنتی کیوں ٹھہرایا؟ ختنہ کا حکم کیوں اڑایا؟ یہی باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اب توریت پر عمل پیرا لوگ سیدھی راہ پر نہیں ہیں؟ اور توریت عیسائیوں کے نزدیک بھی نور و ہدایت سے خالی ہے۔

س ۵۸ ۔ قرآن میں یہود و نصاریٰ اور صابی لوگوں میں سے خدا پر، یوم آخرت پر ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو نجات یافتہ بتلایا ہے۔ تو ایسے غیر مسلمان جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے اور نیک عمل کرتے ہیں بغیر مسلمان ہوئے اور قرآن و حدیث کو مانے اور اُن پر عمل پیرا ہوئے نجات یافتہ ہیں؟

ج - اس آیت کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں گیا۔ اللہ اور قیامت پر ایمان اور اعمال صالحہ کے الفاظ بہت واضح ہیں۔ اللہ کا وہ تصور جو قرآن میں ہے، پھر قرآن پر ایمان، پیغمبر اسلام پر ایمان، قرآن کے تصور قیامت پر ایمان اور قرآن کے بیان کردہ اعمال صالحہ پر ایمان اور عمل، نیز آمنوا وعملوا الصالحات کا قرآنی تصور سب اس میں شامل ہیں۔ اس آیت میں دو گروہوں کا ذکر ہے ایک اہل ایمان کا اور دوسرا "یہود۔ نصاریٰ اور صابئین" کا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک تو وہ جو مومن ہیں اور دوسرے جو یہود، نصاریٰ اور صابئین میں سے اللہ، قیامت پر ایمان لاکر اعمال صالح کریں یہ نجات پائیں گے۔ پس جو یہودی نصرانی اور صابی، نجات چاہتے ہیں وہ بھی اللہ، قرآن اور رسول اللہ پر ایمان لاکر اعمال صالح کریں تو مومنوں کی طرح اہل نجات میں شامل ہو جائیں گے ورنہ نجات سے محروم رہیں گے۔

س - ۵۹ - کیوں اہل عرب کی بابت آنحضرت کے کارناموں کے طور پر یہ باتیں مشہور نہ خیال کی جائیں کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے بزرگ خدا کی نسل کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھتی، لخت جگر بچیوں کو زندہ دفن کرتی، اور چھ چھ سالہ ننھی معصوم بچیوں سے بیاہ رچاتی تھی اور کعبے میں ننگے طواف کرتی تھی؟

ج۔ قریش کی بت پرستی پر حیرت کیوں؟ اسرائیلیوں نے تو صدیوں پہلے بزرگ ابراہیمؑ کے دین کو چھوڑ کر، حتیٰ کہ موسیٰ کی زندگی میں ہی، بت پرستی اختیار کرلی تھی۔ اور اس بنا پر ان پر عذاب بھی ہوتا رہا، آپ مسلمانوں کو تو چھوڑیئے۔ کسی غیر مسلم کی تاریخ سے بتایئے کہ قریش مکہ بت پرست نہیں تھے، توحید پرست تھے اور آنحضرتؐ کے دعوے کو غلط جانتے ہوئے بھی ان پر ایمان لے آئے تھے اور ان کے دین کو دنیا میں پھیلاتے پھرے اور بتوں کو توڑتے رہے، رہا بچیوں کا زندہ دفن کرنا تو یہ رواج تو بھارت بالخصوص راجپوتوں میں جاری تھا اور اگر سب عرب بچیوں کو دفن کرتے رہتے تو نسل کہاں سے چلتی۔ البتہ اس قسم کے واقعات کو معاشرہ برداشت کرتا تھا اور اسلام نے اسے ختم کیا عربوں میں چھ سالہ بچیوں سے شادی کا رواج نہ تھا۔ تاریخ میں اگر کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے تو وہ بے بنیاد ہے، خود آنحضرتؐ کے زمانے میں یہ بات مفقود تھی، اور مسلمانوں کی مشکل تو یہ تھی کہ تعداد کی کمی کی وجہ سے لڑکیوں کو موزوں مسلمان رشتہ نہیں ملتا تھا۔ اس لئے دستور کے خلاف مسلمان لڑکیوں کی شادی اٹھارہ بیس سال سے کم عمر میں نہ ہوتی تھی جیسا کہ حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم کی شادیاں انیس بیس سال کی عمر میں ہوئیں۔ ویسے محض کم عمری میں شادی میں کیا خرابی ہے۔ البتہ لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے خاوند کے ہاں نہ جانے دیا جائے۔ بھارت میں یہ رسم عام ہے،

حتیٰ کہ صغر سنی کی شادی روکنے کے لئے حکومت کو قانون بنانا پڑا اور
ناکام رہی اور بیس بائیس سالہ پرائیویٹ سیکرٹری سے بڑی عمر کے
لیڈروں اور دولت مندوں کی شادیاں مغربی دنیا میں عام ہیں اور کوئی
انہیں بُرا نہیں کہتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کا تذرمان کر نکلے ہو کم نہ کرنا
ناممکنات میں سے ہیں۔ مذہب کے نام پر دنیا کے ہر خطے میں اکثر
بے ہودگیاں جاری رہی ہیں۔ آج بھی بھارت میں دیو داسیوں کی آڑ
میں خرابیاں اور ستی کے نام پر بیواؤں کا جل مرنا ناپید نہیں۔ قرونِ
وسطیٰ میں ننوں اور راہبوں کی جنسی لذا ہروی بھی عام تھی۔ اور یورپ
میں اب عریاں کلبیں تہذیب کا حصہ اور فیشن بن چکی ہیں۔ اور لباس
کی عریانی تو ہر جگہ ملتی ہے۔

س۔ ۶۰۔ خواندگی ایک نعمت عظمےٰ ہے، آنحضرتؐ نے عیسائی جنگی
قیدیوں کی جان بخشی کے لئے شرط رکھی کہ ایک ایک قیدی دس
دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھلاتے ایسی بڑی نعمت سے خود
آنحضرتؐ محروم رکھے گئے کہ آپ اُمّی نبی کہلائے۔

ج۔ پادریوں کو جھوٹ بولنے کا سلیقہ نہیں، یہ قیدی عیسائی نہ تھے
کیونکہ عیسائیوں سے آنحضرتؐ کی کبھی جنگ نہیں ہوئی تھی نہ ہی وہ
جنگی قیدی بنے تھے۔ یہ جنگی مکے کے اُمّی قریش تھے، اور اگر اُمّی

اَن پڑھ ہوتے ہیں تو پھر قریش میں پڑھے لکھے کہاں سے آگئے۔ اس جگہ آنحضرتؐ کی ایک عظمت کا بھی اظہار ہوتا ہے، کہ مسلمانوں کے دشمن قیدیوں کو محض دس دس مسلمانوں کو پڑھانے پر چھوڑ دیا حالانکہ یہی دشمن پھر دوسرے سال مقابلے پر آگئے دوسرے آپؐ کی علم سے محبت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

پادری صاحبان! اُمّی میں یائے نسبتی ہے یعنی اُمّ القریٰ (مکہ) کا رہنے والا۔ ویسے یہودی اور نصرانی اہل کتاب عربوں کو آسمانی کتاب نہ ہونے کی وجہ سے اُمّی کہتے تھے۔ ورنہ قریش اور عرب نوشت و خواند سے ناواقف نہ تھے۔ ان میں بڑے بڑے شاعر اور فصیح البیان خطیب تھے۔ عرب میں بڑی بڑی سلطنتیں رہی تھیں۔ سلاطین سے خط و کتابت ہوتی تھی، آنحضرتؐ انہی میں سے تھے، تاجر تھے، ملک ملک گھومے تھے، ——— نہ۔ قریش مکہ میں سے ہونے کی وجہ سے اُمّی کہلائے۔ البتہ اپنے ماحول میں پہلی دینی کتابوں سے سابقہ نہ پڑا تھا۔ اور نزول قرآن کے بعد ہی وحی کے ذریعے مذاہب عالم اور انبیاء کا علم ہوا۔ آپؐ کا یہ معجزہ ہے کہ اُمّی ہونے کے باوجود قرآن کریم جو فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے آپؐ پر نازل ہوا۔ آج تک کوئی شخص ایک آیت بھی اس ایسی نہیں بنا سکا اور نہ بنا سکے گا۔

س ۱۶۔ قرآن مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے کھانے کھا سکتے ہیں اور ان کی عورتیں بیاہ سکتے ہیں تو عیسائیوں کے عقیدہ

رکھنے والی عورتیں جائز ہوئیں حالانکہ قرآن مشرک عورتوں سے بیاہ حرام بتلاتا ہے، پھر مسلمان عیسائیوں کو مشرک کیوں کہتے ہیں ؟

ج۔ قرآن نے جن اہل کتاب کا کھانا حلال ٹھہرایا ہے اور جن اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے وہ یہودی ہیں (مسیحی اس صورت میں اس ضمن میں آتے ہیں کہ وہ توریت کی شریعت کے پابند ہوں) مگر وہ توریت کی شریعت کو لعنتی قرار دے چکے ہیں چونکہ یہودی مسلمانوں کی طرح ذبح کرتے ہیں اور اکثر وہ چیزیں کھاتے ہیں جنہیں اسلام حلال ٹھہراتا ہے اس لئے ان کا حلال طعام کھانا مسلمانوں کے لئے روا ہے۔ یہ نہیں کہ اہل کتاب کی حرام چیزیں بھی مسلمانوں پر جائز ہیں۔ یہی صورت یہودی خواتین کی ہے کہ وہ بنیادی طور پر توحید کی قائل اور اخلاقی اور مجلسی طور پر اسلام کے بہت قریب ہیں۔ لیکن جن عیسائیوں نے سوّر اور شراب کو حلال کر رکھا ہے، شریعت کو لعنت قرار دے لیا ہے۔ غیر اسلامی طریق پر ذبح کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کی دینی اور اخلاقی پابندیوں کو ترک کر دیا ہے۔ وہ مشرک ہیں۔ اُن کا ذبیحہ اور حرام طعام مسلمانوں پر حرام ہے۔ ان کی لڑکیوں سے شادی جائز نہیں اور احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ جو اہل کتاب عورتیں حضرت مسیحؑ اور آنحضرتؐ کی نبوت پر ایمان کا اعلان نہ کریں۔ کوئی مسلمان ان سے شادی نہ کرے کیونکہ اس سے شر پیدا ہوتا ہے۔

س۔ ۶۲۔ اگر قرآن اپنے نزول کے وقت جانتا تھا کہ عیسائی شرکیہ عقائد رکھتے ہیں کہ مسیح کو خدا ٹھہراتے ہیں تو باوجود اس کے کہ وہ

مشرکین کی عورتوں سے نکاح و بیاہ حرام ٹھہراتا ہے اس نے عیسائی عورتوں سے نکاح و بیاہ کی اجازت کیوں دی تھی۔ کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ مسیحی مشرک تھے نہیں۔ یا پھر کیوں نہ سمجھا جائے کہ قرآنی بیان میں تضاد ہے،

ج۔ جواب ۶۱ میں لکھ چکے ہیں کہ قرآن نے جن اہل کتاب خواتین سے نکاح کی اجازت دی ہے ان سے مراد یہودی ہیں پھر اگر مسیحیوں کو اس میں شامل کیا جائے تو ان سے مراد توحید پرست (یونی ٹیرین) مسیحی مراد ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں دور اول کے مسلمانوں نے یہودی عورتوں سے شادی کی وہاں مسیحی عورتوں کا کم ہی ذکر ملتا ہے، پھر اس بات کو فراموش نہ کیا جائے کہ جن جن اہل کتاب سے مسلمانوں نے نکاح کیا وہ اکثر اسلام کا اعلان کر دیتی تھیں، چنانچہ حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ یہودی رئیس زادیاں تھیں انہوں نے آنحضرتؐ سے نکاح سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکی تھیں۔ پس جو مسیحی حضرت مسیح کو خدا کا جوہر مانتے ہیں اور ان سے خدائی صفات منسوب کرتے ہیں۔ مشرک ہیں اور شریعت کو لعنتی قرار دے کر ہر شے کھا جاتے ہیں ان

ان کا طعام اور ان کی عورتوں سے شادی جائز نہیں۔ پس قرآن میں تضاد بیانی نہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ برائے نام مسیحیوں کے کے متعلق تحقیق کر لی جائے۔

س-۶۳- قرآن میں بہشتیوں کو شراب دینے کا وعدہ دیا گیا ہے اور بہشت میں شراب کی نہریں ہونا بتلایا گیا ہے جو چیز زمین پر حرام تھی وہی بہشت میں حلال کیوں کر دی جائے گی۔

ج- عربی زبان میں شراب اور شربت پر پینے والی چیز مثلاً پانی، دودھ شہد وغیرہ کو کہتے ہیں، دنیا میں ان چیزوں کی تیاری انسانوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے استعمال میں حدود و قیود کی پابندی لازمی ہے جب کہ جنت میں قادرِ مطلق انعام کے طور پر ایسی پُر لطف اشیاء اور نعمتوں سے نوازیں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

"اس جنت کی مثال جس کا وعدہ نیک بندوں سے کیا گیا ہے اس باغ کی ہے، جس میں ایسے دریا بہتے ہیں جن کا ذائقہ متغیر نہیں ہوتا"
(۴۷:۱۵)

"اس جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس باغ کی سی ہے، جس میں دریا بہتے ہیں جس کے پھل اور سائے دائمی ہیں"
(۱۳:۳۵)

پھر قرآن نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ آئندہ زندگی کی نعمتوں کا اس دنیا کی نعمتوں پر قیاس کرنا غلط ہے۔

"اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کے لئے آئندہ زندگی میں آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کچھ خفیہ رکھا گیا ہے۔ یہ ان کے ان نیک عملوں کا بدلہ ہے جو انہوں نے دنیا کی زندگی میں کئے" (۳۲ : ۱۷)

آنحضرتؐ نے اس حقیقت کی الفاظ ذیل میں وضاحت کی ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور جن کا تصور بھی کسی انسان کے قلب میں نہیں آیا۔" (بخاری ۵۹ : ۸)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں "جنت میں اس زندگی کی کھانے پینے کی کوئی شے نہیں سوائے نام کے" پس جنت کی نعمتوں سے مراد وہ سکون، راحت اور تسکین ہے جو ان اشیاء سے حاصل ہوتی ہے ورنہ جنت کی نعمتیں تمثیل کے طور پر ہیں نہ کہ دنیا کی اشیاء کی صورت میں ہیں۔

قرآن نے جنت کے لئے "ایمان اور عمل صالح" کی شرط رکھی ہے۔ ان الابرار لفی نعیم۔ دنیا میں بھلائی اور نیکی کرنے والے لوگ ہی ان نعمتوں کو حاصل کریں گے، انہیں اطمینان کی دولت ملے گی۔ انہیں گرمی اور سردی پریشان نہ کرے گی۔ وہاں پاکیزہ ساتھی ہوں گے۔ وہاں امن و سلامتی کی صدائیں سنائی دیں گی۔ (قیلا سلاماً سلاماً)

وہاں بے ہودہ اور گناہ کی باتیں سنائی نہیں دیں گی ۔ لا یسمعون فیھا لغواً ولا تاثیماً (سورہ ۵۶) ان کے دل کینوں سے صاف کر دیئے جائیں گے، وہاں رضائے الٰہی حاصل ہو گی ۔ اور یہ سب انعامات اللہ غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی ہو گی ۔ اگر یہ انعامات اس دنیا میں حرام کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے صلے میں ملیں تو اس میں کیا خرابی ہے ؟

س ۔ ۴۶ ۔ قرآن میں ایک ایک بہشتی کو ستر ستر (قرآنی محاورہ میں بے شمار) حوریں ملیں گی تو بہت بچے پیدا ہوں گے تو آبادی بڑھے گی اور بالآخر جنت میں رہنے کی جگہ نہ بچے گی ۔ تب اہل جنت کہاں جائیں گے ؟

ج ۔ قرآن میں یہ تو یقیناً لکھا ہے کہ جنت میں اللہ اپنے فضل سے حوریں عطا فرمائیں گے لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ اُن حوروں سے توالد و تناسل کا سلسلہ چلے گا ۔ شادی ہو گی، بچے پیدا ہوں گے ؟ جب انسان خدا کے خوف سے آزاد ہو کر بے حیا بن جاتا ہے تو جو منہ میں آئے بکتا جاتا ہے پھر یہ کہاں ہے کہ حور کے اندر عورت کی خصوصیات ہوتی ہیں ۔ مسیحیوں میں چونکہ انجیل کی رُو سے فاحشہ عورتوں سے شادی کے بغیر میل جول کی اجازت ہے یہاں تک کہ فاحشہ عورتوں سے عطر ملوانا اور ان کے

جسم سے مس کوئی برائی نہیں، اس لئے انہیں جنت کی نعمتوں کے خلاف زبان درازی میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی، مگر جنت کی آبادی کی فکر خدا کو ہوگی پادری جہنم میں جل رہے ہوں گے، انہیں تو اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ خدا اپنا کام خود ہی سنبھال لے گا۔

س۔ ۶۵۔ خدا نے آدم کے لئے حوّا ایک عورت کو پیدا کیا، موسٰی کی شریعت میں ہے کہ ایک عورت رکھیں۔ مسیح نے کہا کہ ایک مرد ایک عورت ایک جسم ہیں۔ حضرت ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ دوسری عورت ہاجرہ کو گھر سے نکال دو۔ قرآن ایک طرف تو پہلی کتابوں اور نبیوں کی تعلیم کو عین اسلام بتلاتا ہے، لیکن خود ان کے خلاف چار چار بیویاں اور بے شمار لونڈیاں غیر منکوحہ رکھنے کی اجازت دیتا ہے، کیا یہ حکم پہلی کتابوں کی تصدیق اور ان کے احکام کے محافظ ہونے کے خلاف نہیں ہے، اور قرآن کا دعوٰی مصدّق اور محافظ ہونے کا نادرست نہیں ہے؟

یاد رکھئے کہ جن نبیوں نے توریت کے خلاف عمل کیا ان نے اپنی

مرضی پر عمل کیا تھا نہ کہ خدا کے حکموں پر اور انہوں نے ان کے سبب تکالیف بھی اُٹھائیں)

ج۔ پادری صاحب ایک اصول یاد رکھئے شریعت انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے، انسان شریعت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور جوں جوں انسانی زندگی اور اجتماعی عمل میں تبدیلی ہوتی گئی شریعت میں بھی اصلاح ہوتی گئی اگر یوں نہ ہوتا تو پھر تمام احکام شریعت آدم پر ہی نازل کر دیئے جاتے مگر ہم دیکھتے ہیں شریعت کے تفصیلی احکام آدم سے تین ہزار سال بعد موسیٰؑ پر نازل ہوئے اور ان سے کوئی ڈیڑھ ہزار سال بعد حضرت مسیحؑ کی معرفت موسویؑ شریعت میں تبدیلی کی گئی۔ حتیٰ کہ پالوس نے نصف صدی بعد شریعت کو مردود قرار دے کر ختم کر دیا۔ اور چونکہ یہ احکام حرفِ آخر نہ تھے اس لئے مسیحی دنیا نے ان تمام مجلس اور عائلی قوانین کو بدل رکھا ہے اور تجربات کی روشنی میں بدلتے رہیں گے حتیٰ کہ اسلام کے معتدل قوانین کو اپنا لیں گے۔

اس سوال میں پادری ضمیر کی آواز کو چھپا رہے ہیں۔ آدم کو ایک ہی رفیقہ حیات کی ضرورت تھی، اور اگر دنیا میں دو ہی انسان ہوتے اور ان کی اولاد نہ ہوتی تو کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوتا لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام سے صدیوں پہلے حالات میں تبدیلی آئی بنی اسرائیل کے جدامجد اور مسیحؑ کے آباء و اجداد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی ضرورت پیش آئی اور چونکہ

وہ نبی تھے اس لئے انہوں نے جو کچھ کیا خدا کے حکم سے ہی کیا ہوگا۔
بائبل کی کتاب پیدائش میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کم از کم تین خواتین سارہؑ، ہاجرہؑ اور قطورہؑ سے شادی کی اور آدم کے دستور کو توڑا۔

(پادری صاحب کی دیانت کا ایک ثبوت دیکھئے لکھتے ہیں کہ ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ ہاجرہ کو گھر سے نکال دو، ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ابراہیم نے ہاجرہ سے شادی سارہ کی اجازت سے نہیں کی تھی؟ کیا ہاجرہ کو اس لئے دوسری جگہ نہیں بھیجا گیا تھا کہ دونوں بیویوں میں اختلاف نہ ہو؟ کیا ابراہیمؑ نے ہاجرہ کو طلاق دے دی تھی؟ کیا یہی مسیحیت ہے جس پر پادری قائم ہیں)

پھر ان میں سے بائبل کی رو سے سارہؑ ابراہیمؑ کی ماں کی طرف سے سوتیلی بہن تھیں یعنی دونوں کا باپ تارح تھا مگر مائیں جدا جدا تھیں۔ (۲۰ : ۱۲) پھر ابراہیم کے بھائی نحور نے تیسرے بھائی حاران کی بیٹی ملکہ (سگی بھتیجی) سے شادی، ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسحاقؑ کے بڑے بیٹے اور حضرت یعقوب (اسرائیل) کے برادر اکبر عیسو کی شادی کا ذکر ملتا ہے ان کے بیویوں میں (۱) یہودتھ (۲) بشامتھ (۳) عدہ (۴) حوی (۵) اہلیبامہ (۶)، ہہلت (۷)، بشامہ کے نام ملتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شادیاں ایک وقت میں نہ ہوئی ہونگی، تو ان میں سے یہودتھ، بشامتھ اور ہہلت ایک ہی وقت میں موجود تھی، اب یعقوبؑ کی شادیاں لیجئے بائبل میں ان کی ایک ہی وقت میں چار بیویوں لیاہ اور راحل، زلفہ اور بلہاہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ شادیاں عجیب تھیں، ان میں سے لیاہ اور راحل دونوں

سگی بہنیں تھیں اور زلفہ اور بلہاہ دونوں لونڈیاں تھیں، کیا ان تعلقات سے موسیٰؑ کی شریعت باقی رہی، اگر پہلے یہ شادیاں درست تھیں تو موسیٰؑ نے انہیں کیوں بدلا اور اگر یہ شادیاں غلط تھیں تو پھر بنی اسرائیل ناجائز اولاد کیوں نہ تھے۔ اس کے علاوہ یعقوب کے بیٹے روبن نے اپنی سوتیلی ماں بلہاہ سے زنا کیا تو اسے سزا کیوں نہ دی گئی؟ پھر یہوداہ بن یعقوب کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو یہوداہ نے بیٹے کی نسل چلانے کے لئے اپنے دوسرے بیٹے اونان کو اپنی بہو تمر کے پاس جانے کو کہا تو کیا مسیحی آج بھی اس پر کاربند ہیں؟ اور اگر یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے ہم بستر ہو کر اپنے بیٹے کی نسل چلائی تو کیا یہ دستور آج بھی مسیحیوں کے ہاں درست ہے؟ اور اگر غلط ہے تو پھر یہوداہ اور تمر کو سزا کیوں نہ ملی۔ پھر کتاب خروج میں ہے کہ کنواری لڑکی سے زنا کی سزا یہ ہے کہ زانی زانیہ سے شادی کر لے اور اس کے باپ کو تاوان ادا کرے، کیا آج بھی اسی پر عمل ہوتا ہے۔

یہ باتیں تفصیل سے لکھی ہیں تاکہ مسیحی بھائی اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی روایات اور شریعت کو بھی دیکھ لیں۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اسلام میں ایک شادی کا حکم ہے اور ایک سے زیادہ کی خاص حالات میں اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی مثال ہزار میں سے ایک ملے گی۔ اگر یہ حکم ہوتا تو ایک سے زیادہ شادیوں کی کثرت ہوتی؟ رہے قانون شکن، تو انسان

ایسی کمزوریوں کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ مگر یہ اصول نہیں ہوتا۔ رہیں لونڈیاں، تو اسلام لونڈیاں بنانے کا مخالف ہے؟ البتہ جو لونڈیاں موجود تھیں۔ ان سے نکاح کی اجازت دے کر انہیں باعزت طور پر معاشرے میں جذب کر دیا۔

س ۶۶۔ انجیلی حکم ہے کہ مرد عورت کو بغیر زنا کے طلاق نہ دے لیکن قرآن معمولی اختلاف رائے و مزاج پر بھی طلاق کا حامی ہے۔ ایسی حالت میں قرآن کیونکر انجیل کا مصدق ہے؟

ج۔ قرآن انجیل کے اس حکم کا ہرگز مصدق نہیں۔ طلاق کے متعلق چاروں انجیل کے حکموں میں اختلاف ہے اس لئے یہ خدا کا کلام نہیں ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کسی مسیحی کی زوجہ محترمہ (خدا نہ کرے) کسی غیر مرد کے ساتھ اس کے سامنے ہی پیار و محبت کرے، زیادہ تر وقت باہر گذارے، لیکن ان کے سامنے زنا کی مرتکب نہ ہو تو کیا وہ مسیحی اس عورت کو جدا نہیں کرے گا اور کیا اس حکم کی پابندی سے مجلسی زندگی برقرار رہے گی، اور اگر ایک مرد عورت کے جنسی تقاضوں کی تکمیل نہ کر سکے تو کیا ہر حالت میں عورت اس کے ساتھ چمٹی رہے، اولاد کی خواہش کو کچل دے؟

اسلام میں طلاق کی مخصوص حالات میں اجازت ہے لیکن اسلام میں ہی طلاق کا حصول سب سے مشکل ہے۔ اسی لئے مسلمانوں میں دوسری

قوموں کے مقابلے میں طلاق کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں۔ اسلام میں اختلاف کی صورت میں اول تو حکم ہے کہ اگر عورت غلط طور سے مرد سے لڑنے جھگڑنے کا راستہ اختیار کرلے تو پہلے اسے نصیحت کرو، نہ ملنے تو اس سے بستر سے علیحدگی اختیار کرلو، پھر بھی نہ مانے تو عزیزوں کو اعتماد میں لے کر سنبھالنے کی سعی کرو، اگر معاملہ مزید بگڑ جائے پھر دونوں فریق اصلاحِ حال کے لئے نمائندے مقرر کریں پھر بھی اصلاح نہ ہو تو جدائی کردی جائے یہ تو پہلی رکاوٹ ہے۔

اس کے بعد مرد طلاق دے گا مگر عورت مرد کے گھر ہی میں رہے گی، اور یہ صورت تین (طہر) ماہ تک جاری رہے گی اس عرصے میں اگر دلوں میں تبدیلی ہو تو شادی کے بغیر میاں بیوی اکٹھے ہو سکتے اور اگر تین ماہ گزر جائیں تو طلاق ہوگی تاہم اگر مرد و عورت پھر بھی اصلاح چاہیں تو دوبارہ نکاح پڑھوا سکتے ہیں" کیا یہ طلاق کا آسان طریق ہے یا طلاق کا بہترین اصلاحی طریق ہے جس میں طلاق کی راہ میں کئی رکاوٹیں ہیں۔ اسی طلاق کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والی حلال چیز طلاق ہے" اس لئے مسلمانوں میں طلاق آسان بات نہیں۔

انجیلی طلاق کی بھی ایک ہی کہی، مسیحؑ کو موسٰی کی شریعت کو تبدیل کرنا پڑا، اور مسیحؑ کو چونکہ عائلی زندگی کا عملی تجربہ نہ تھا۔ اور عورت و مرد کے جنسی تعلقات کی شدت اور نزاکت سے بے بہرہ تھے، اس لئے وہ اعتدال

پر قائم نہ ہو سکے، اسی لئے مسیحی دنیا میں طلاق کے ضمن میں جو بے اعتدالی اور کثرت پائی جاتی ہے وہ انجیل کے خلاف مسیحی دنیا کی بغاوت ہے۔

س۔ ۶۷۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے نہایت مشکل زمانہ اور حالات میں روم و ایران کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ لیکن کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ یہ خط اس وقت لکھے گئے تھے جب آپ نے متعدد غزوات اور سرایا کے ذریعے تمام عرب پر فتح پالی تھی اور تقریباً تمام عرب قبائل جان کے خوف سے اسلام قبول کر چکے تھے کیونکہ ۸ھ میں مکہ دیگر عرب کے شہروں کے مفتوح ہونے کے بعد فتح ہوا تھا اور فتح مکہ کے بعد یہ خطوط لکھے گئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں نجران کے بڑے بشپ نے بھی آپ کے خط ملنے پر تخوفِ لشکر کشی جزیہ دینا منظور کیا گیا؟

ج۔ یہ تاریخی غلط بیانی یا جہالت ہے۔ یہ مکتوب صلح حدیبیہ کے بعد ۶-۷ھ میں لکھے گئے تھے۔ جب کہ اسلامی لشکر کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے بھی کم تھی۔ مکہ تو ۸ھ میں فتح ہوا تھا اور جب آنحضرت کا مکتوب ہرقل

شاہ روم کے پاس پہنچا تھا تو ان دنوں ابوسفیان رئیس قریش وہاں موجود تھا اور ہرقل کے دربار میں اپنے اور آنحضرتؐ کے درمیان عہد نامہ کا ذکر کیا تھا۔ ان دنوں تو مسلمانوں کی آزادی مدینہ منورہ اور اس کے نواح تک محدود تھی۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو آپؐ نے مدینہ پہنچ کر عرب کے قبائل کو خطوط لکھے اور ان قبائل میں سے اکثر نے ۱۰ھ اور بعض نے ۱۱ ہجری میں آپؐ کے وصال کے سال میں اطاعت قبول کی تھی، اور نجران کا سردار ۱۰ھ میں مدینہ آیا تھا۔ یہ مسلمانوں کی کمزوری تھی جس کے پیش نظر کسریٰ نے آنحضرتؐ کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا۔ اور بصریٰ کے حاکم شرجیل غسانی نے آنحضرتؐ کے قاصد حارث بن عمیرؓ کو قتل کروا دیا۔ پس جب واقعات کی ترتیب اور سن ہی غلط ہیں تو نتیجہ لازماً غلط ہے،

س۔ ۶۸۔ آنحضرت صلعم نے ۲۱ سالہ دور نبوت میں بارہا انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح مکہ فتح ہو لیکن ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اپنی عمر کے آخری دو سالوں میں ۸ھ میں مکہ فتح ہو سکا تھا۔ آپ کی ۲۱ سالہ کوششوں کو دیکھتے ہوئے فتح مکہ کو ذاتی کامیابی اور مسلسل جدوجہد کا ثمرہ خیال کیا جانا چاہیئے لیکن

مسلمان اور قرآن اسے تائیدِ الٰہی قرار دیتے ہیں کیا یہ دعوٰی خلافِ واقعہ نہیں ہے؟

ج۔ آنحضرتؐ کا دورِ نبوت ۲۱ نہیں ۲۳ سال تھا؛ فتح مکہ کا تجزیہ خلافِ واقعہ ہے کہ آپ ۲۱ سال تک فتح مکہ کی کوشش کرتے رہے آپ نبوت کے ابتدائی ۱۳ سال مکہ میں رہے اور اتنے کمزور تھے کہ جان بچاکر بحکم الٰہی مدینہ جانا پڑا۔ وہاں قریش مکہ نے ۲ھ، ۳ھ اور ۵ھ کو ہر بار پوری قوت سے حملے کئے۔ حتیٰ کہ آخری بار مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر مقابلہ کیا۔ ۶ھ میں عمرہ کے ارادے سے نکلے۔ ۱۰ سال تک صلح حدیبیہ کر کے واپس آگئے۔ گویا کہ اگر فتح کا امکان تھا بھی تو اسے دس سال کے لئے ختم کر دیا۔ ان حالات میں یہ دعوٰی درست نہیں کہ آپ بار بار مکہ فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مکہ کی فتح تو اسلام کی کامیابی کا ثمر تھا۔ بہت سے قریشی اکابر جیسے خالد بن ولیدؓ، عمرو ابن العاصیؓ، عثمان بن طلحہ وغیرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش کی افرادی قوت کم ہو رہی تھی، ان کا کاروبار بھی خراب ہو چکا تھا۔ آنحضرتؐ کی کامیابی بھی ان کی نظر میں قریش ہی کی کامیابی تھی۔ تاہم انہوں نے صلح کے دو سال بعد ہی عہد شکنی کی اور مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرتؐ نے مکہ پر لشکر کشی کی اور ماضی کے نقصانات کا بدلہ لئے بغیر قریش کو معاف کر دیا پادریوں کو بے بسی اور ناکامی کی حالت میں مسیح کی صلیبی موت کو تو کامیابی قرار دیتے ہیں۔ لیکن آنحضرتؐ کا مشکلات کے درمیان مخالفوں کو اسلام کی طرف جذب کرنا اور پانچ سال تک کمزوری کی حالت میں دشمنوں کو مار مار لسنا کر [illegible]

کہ جب کہ قرآن نے اسلام کے ابتدائی دور ہی میں غلبہ دین اور اللہ کی نصرت کا اعلان کر دیا تھا۔ دشمنی میں کمینگی کی یہ سطح انسانی تاریخ میں کم ہی ملے گی۔

س ۶۹۔ آنحضرت صلعم نے شاہان روم کو اپنے خطوط میں صرف ایک خدا کی فرمانبرداری کرنے کی بابت لکھا تھا۔ اس لئے اگر ایک شخص صرف اکیلے خدا پر ایمان لائے اور اسلام و قرآن کو نہ اپنائے تو کیا وہ قیامت کے روز باز پرس سے بچ جائے گا؟

ج۔ اس خط کے شروع میں "من محمد رسول اللہ" لکھا تھا۔ ہرقل کو معلوم تھا کہ لکھنے والا اللہ کا رسول محمدؐ ہے۔ اس لئے آپ کی دعوت کو قبول کرنے کا مطلب اللہ کے اس تصور کو قبول کرنا جو قرآن پیش کرتا ہے اور آپ کی رسالت پر ایمان لانا بھی ہے۔ اسی لئے اس نے جواب میں احتیاط سے کام لیا تاہم ایمان لانے کی جرأت نہ کر کے خدا کی ناراضگی سے نہ بچ سکا اور رومن حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ پس اپنے روزِ قیامت سے بچنے کی صورت صرف محمدؐ رسول اللہؐ و اللہ۔ قرآن اور محمدؐ پر ایمان لانا ہی ہے۔

س ۷۰۔ یسعیاہ نبی نے بائبل کو خداوند کی کتاب کا نام دیا تھا۔ اس لئے خدا کی کتاب بائبل ہی کی تعلیمات و تشریحات سے خدا کی وحدانیت کو سمجھا جا سکتا ہے، پس قرآن کی بائبل کی لامحدود اور

کثرت الوجود وحدانیت کے برعکس وحدتِ محضہ کی تعلیم کیونکہ

قابل تسلیم ہے؟

ج۔ یہ کیا منطق ہے کہ چونکہ لیسعیاہ نبی نے بائبل کو خداوند کی کتاب کا نام دیا تھا اس لئے خدا کی کتاب بائبل ہی کی تعلیمات و تشریحات سے خدا کی وحدانیت کو سمجھا جا سکتا ہے، پادری صاحب! اگر یہ بات درست ہوتی تو پھر حضرت مسیحؑ اور یہودی علماء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا اور مسیح کو خدائی کا مدعی قرار نہ دیا جاتا۔ ویسے بھی یہ خدا کی کمزوری اور بے بسی کا اظہار ہے کہ اگر کثرت الوجود نہ ہو تو خدا کی وحدانیت تصور ہی میں نہیں آسکتی۔ اس طرح تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کثرت الوجود ازل ہی سے ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت اس وقت بھی ثابت تھی جب کوئی دوسرا نہ تھا اور اس وقت بھی ہو گی جب خدا کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ وحدانیت کا مطلب ہی اللہ کا بے مثال اور بے نظیر ہونا ہے اور اس کے ثبوت کے لئے وہ کثرت الوجود کا محتاج نہیں۔

س۔ ۸۱۔ حضرت موسٰی کو لاٹھی سے سانپ بنتے اور تندرست ہاتھ کو کوڑھ والا ہاتھ بننے کا ظاہرا معجزہ دیا گیا تھا۔ آنحضرتؐ کو کوئی معجزہ کیوں نہ دیا گیا جسے دکھا کر وہ لوگوں کو قائل کرتے، اور لوگ اسلام لاتے حالانکہ آپ نے شاہانِ روم کو دعوت ناموں میں لکھا تھا خدا اپنے انبیاء کو معجزات عطا کرتا ہے؟

ج - ہر نبی اللہ کی قدرت سے معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر اس کے اپنے اختیار میں ہو تو اس معجزے کو بار بار دکھاتا پھرے آنحضرتؐ نے معجزات دکھائے جیسا کہ معجزہ شق القمر۔ لیکن انبیاء کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ ان کے معجزات کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا، یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے دلائل اور تعلیمات سے لوگوں کو قائل کیا اور ان نبیوں کے مقابل جنہوں نے معجزات پر انحصار کیا، آپ زیادہ کامیاب رہے۔ کیا پادریوں کو یہ حقیقت نظر نہیں آتی؟ دیسے تو شاہانِ روم نے آپ سے معجزے طلب کئے نہ آپ روم میں تھے کہ طلب کرنے پر معجزے دکھاتے ویسے موسیٰؑ نے فرعون اور ان کے درباریوں کو کس قدر قائل کر لیا تھا؟

س - ۴۷ - قرآن کی سورۂ یاسین آیت ۱۳ تا ۲۱ میں چار دفعہ مرسلوں کا لفظ آیا ہے تمام مفسرین قرآن متفق ہیں کہ یہ مرسلین حضرت مسیح کے حواری تھے - آج کے مسلمان اس سے متفق کیوں نہیں؟

ج - یہ مرسلین مسیحؑ کے حواری کیسے ہو سکتے ہیں جو بزدلی دکھا کر حضرت مسیحؑ کو آخری لمحات میں چھوڑ گئے ان میں سے ایک نے تو گرفتار کرا دیا، دس بھاگ گئے اور ایک نے لعنت بھیج کر پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔ قرآن کی رُو سے حضرت مسیحؑ اور آنحضرتؐ کے درمیانی زمانے میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ آپ انجیل کی رُو سے ان حواریوں کے مسیح کے وفادار، ایمان دار، مخلص شاگرد ہی ثابت کر دیں ان کا ایک ہی کارنامہ تھا کہ مسیحؑ نے انہیں قدرت دے کر مریضوں کو شفا دینے کے لئے بھیجا اور وہ ایمان کی کمی کی وجہ سے ناکام لوٹے۔